آئینِ پاکستان

اور

مُسلمان فرقہ احمدیہ

النّاشر

احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور

www.aaiil.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

مکرم و محترم! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آنمکرم کے اوقاتِ گرامی کا مجھے پورا احساس ہے لیکن اس وقت مُلک جس نازک اور پُرآشوب دور سے گذر رہا ہے اس کا تقاضا ہے کہ مَیں چند ضروری اور اہم امُور آپ کے سامنے لاؤں۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ اپنی چند در چند مصروفیات کے باوجود ان گذارشات کی طرف توجہ مبذول فرما کر ہمیں بھی احسان مند بنائیں گے اور آخرت میں بھی سُرخروئی حاصل کریں گے۔

اس وقت احمدیوں کو غیر مُسلم اقلیت قرار دینے اور انہیں کلیدی آسامیوں سے علیحدہ کرنے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ اس سے قطع نظر کہ ان مطالبات کو منظور کروانے کے لئے بعض خلافِ قانون، خلافِ اخلاق اور خلاف شریعت طریق اختیار کئے جا رہے ہیں تو ایسے مطالبات ہی بانیٔ پاکستان حضرت قائدِ اعظم محمد علی جناح کے اعلانات اور یقین دہانیوں کے منافی ہیں اور انہیں پسِ پُشت پھینکے بغیر نہ تو ایسے مطالبا کئے جا سکتے ہیں اور نہ انہیں تسلیم ہی کیا جا سکتا ہے۔ حضرت قائدِ اعظم کا مشہور و معروف اعلان ہے:۔

"اب تم آزاد ہو۔ تم سب کو پُوری آزادی ہے کہ اپنے مندروں، مسجدوں اور عبادت گاہوں میں جاؤ۔ تمہارا تعلق کسی فرقے اور کسی عقیدے سے کیوں نہ ہو حکومت کو اس سے سروکار نہیں۔ ہم اپنے کام کی

بُنیاد اس اصُول پر رکھ رہے ہیں کہ ہم سب ایک مملکت کے شہری اور مساوی حیثیّت کے شہری ہیں"۔

دوسری بات یہ ہے کہ احمدی کلمہ گو ہیں، اہلِ قبلہ ہیں اور مُسلمان ہیں اور کسی کلمہ گو اہلِ قبلہ مسلمان کو کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج نہیں قرار دیا جاسکتا۔ کسی کلمہ گو اہلِ قبلہ کو دائرہِ اسلام سے باہر قرار دینا بہت بڑی جسارت، بڑا بھاری جُرم اور سخت گُناہ کی بات ہے۔ اس سے اتّحادِ عالمِ اسلامی پارہ پارہ ہوجاتا ہے اور مُسلمانوں کے دُشمنوں کے ہاتھ مضبُوط ہوجاتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ قرآنِ مجید میں فرماتا ہے: ولا تقولوا لمن القی الیکم السّلٰم لست مؤمنا (سورۃ النساء) جو شخص تمہیں السلامُ علیکم کہے اُسے یہ نہ کہو کہ تو مؤمن نہیں۔ صحیح بخاری اور مُسلم کی متفق علیہ حدیث ہے جسے کسی نے بھی غلط نہیں کہا: ایّما رجل قال لاخیہ یا کافر فقد باء بھما احدھما جو شخص اپنے بھائی کو کافر کہتا ہے تو وہ کفران دونوں میں سے کسی ایک پر آپڑتا ہے۔ اسی طرح ایک دوسری حدیث ہے: لاتُکَفِّروا اھل قبلتك۔ یعنی اہل قبلہ کی تکفیر مت کرو۔

قرآن کی آیات اور نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسُولِ مقبول مُسلمانوں کی تکفیر کو کس قدر ناپسند فرماتے ہیں اور اس جُرم کی کیسی خطرناک سزا تجویز کی گئی ہے کہ جو شخص مسلمان کو کافر کہتا ہے وہ کُفر اُلٹ کر اُس کہنے والے ہی پر پڑتا ہے۔ اس قدر سخت سزا کیوں تجویز کی گئی ہے اس کی یہی وجہ ہے کہ تاکہ مُسلمان اس خطرناک طریق سے جو اسلامی وحدت کو پارہ پارہ کر دیتا

والا ہے مجتنب رہیں۔

حدیث میں ہے من صلّٰی صلٰوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذالك المسلم الّذی لہٗ ذمّۃ اللّٰہ و رسولہٗ۔

(بخاری کتاب الصّلٰوۃ)

یعنی جو شخص ہماری طرح نماز پڑھے ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو وہ مسلمان ہے جس کے لئے اللہ تعالےٰ اور اس کے رسُولؐ کی امان ہے۔

قرآن مجید اور احادیث رسُول کے ان کھُلے کھُلے ارشادات کے ہوتے ہوئے یہ صحیح طریق نہیں کہ ہم دوسروں کے بارے میں بدظنّی اور شکوک وشبہات سے کام لے کر انہیں کافر قرار دیں۔

حضرت خاتم النّبیّین، شفیع المذنبین نبیوں کے سردار پاک محمد مُصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں: انی افاخر بکم الامم۔ یعنی قیامت کے روز اُمّتِ محمدیّہ کی کثرت میرے لئے وجہ فخر ہوگی۔ پس کوئی ایسا اقدام جس سے اُمّتِ محمدیّہ کا دائرہ سکڑتا ہو اور اس سے حضور علیہ السّلام کے ماننے والوں کی تعداد کم ہوتی ہو درست طریق نہیں۔ ہم دُنیا میں مُومن بنانے کے لئے آئے ہیں کافر بنانے کے لئے نہیں۔

اُمّتِ محمدیّہ پر بہت سے مصائب آئے۔ اندرونی فسادات ہُوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانے میں مسلمانوں کے ایک گروہ نے بیت المال میں زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا، حضرت عثمان ذوالنورینؓ مُسلمان کہلانے والوں کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان برادرانہ جنگیں ہُوئیں لیکن کیا پاک باطن وہ لوگ تھے۔ حضرت حیدرِ کرار نے اس شدید

مخالفت کے باوجود بھی فرمایا کہ یہ ہمارے بھائی ہیں جنہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے ہم انہیں کافر نہیں کہتے۔ یہ اس خلیفۂ راشد رضی اللہ عنہ کا قول ہے جو ظاہری اور باطنی دونوں خلافتیں اپنے اندر جمع رکھتا تھا۔

یہ خوارج کی جماعت تھی جس نے سب سے پہلے مسلمانوں میں تکفیر کی بنیاد ڈالی اس کے بعد تکفیر بازی کے مشغلے نے اس قدر ترقی کی کہ بڑے بڑے اولیاء اور ربّانی عُلماء بھی اس قسم کے فتوؤں سے نہ بچ سکے۔ اگر اس قسم کے فتوؤں کی بُنیاد پر مُسلمانوں کی مردم شماری کی جائے تو پُوری دنیائے اِسلام میں شاید ایک متنفس بھی دائرۂ اسلام میں نہیں رہ سکے گا۔ تکفیر کے فتوؤں کی ارزانی دیکھنی ہو تو فتوؤں کے اس انبار پر نظر ڈال لیجئے جو حضرات مقلّدین نے وہابیوں اور دیوبندیوں پر لگائے ہیں۔ شیعہ حضرات سُنّیوں کے متعلق جو خیالات رکھتے ہیں ان کے بیان کی حاجت نہیں۔ بریلویوں اور بدایونیوں کے بارے میں حضرات اہلِ حدیث کے جو فتوے ہیں اس سے کون واقف نہیں ہے مختصر یہ کہ ہر فرقہ دوسرے فرقہ کے علماء کے نزدیک کافر ہے۔ مَیں نہیں چاہتا کہ فتاوٰے کا وہ انبار آپ کے سامنے پیش کر کے آپ کے اوقاتِ گرامی کا حرج کروں۔ ایسے مُہروں سے مزیّن فتوے جتنی تعداد میں آپ چاہیں بازاروں میں مل سکتے ہیں۔ مذہبی حلقوں کی یہ وَبا اَب سیاسی حلقوں میں پھُوٹ پڑی ہے۔ پہلے اپنے مخالفوں پر علماء کی طرف سے تکفیر کے فتوؤں کی گولہ باری کی جاتی تھی اَب سیاسی حلقوں سے تکفیر کا میدان کھولا گیا ہے۔ مجھے بڑے ادب اور دل سوزی سے عرض کرنے دیجئے کہ اگر ایک دفعہ سیاسی حقوق کو فرقوں میں تقسیم کرنے کا سلسلہ شروع ہو گیا تو پھر اسے کون روکے گا اور کس بناء پر روکے گا۔ اگر ایک دفعہ غیر مُسلم اقلیت قرار دینے کی وبا شروع ہو گئی تو جسمِ اسلام

ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا اور ایک توانا جسم کے بجائے ہر طرف تڑپتے ہوئے اعضاء نظر آئیں گے۔

پس احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ حد درجہ نادرست ہے اور اس کے نتائج نہ صرف اندرونِ ملک بلکہ بیرونِ ملک بھی بڑے دردناک ہوں گے۔ مجھے آپ کی اسلام دوستی، حق پژوہی اور صداقت پسندی سے امید ہے کہ آپ اس تکفیر بازی کے قابلِ افسوس مشغلے میں اپنے تئیں نہیں اُلجھائیں گے اور کسی کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دینے والے اور حضرت خاتم النبیین کو ہر معنی میں آخری نبی ماننے والے کو محض کسی سیاسی مفاد پرستی میں اُلجھ کر اور سیاسی طالع آزماؤں کے شور و غوغا اور لوگوں کی ہا ہُو میں پھنس کر دائرۂ اسلام سے باہر نہیں پھینک دینگے۔

کیا آپ نے اس پر بھی غور کیا کہ احمدیوں کو اقلیت قرار دینے کے لئے ہمیں اپنے دستور اساسی میں اہم تبدیلیاں لانا ہوں گی جن میں اقلیتوں کو تحفظ تو بہر حال دیا جائیگا اس سے کچھ نشستیں اور آسامیاں تو احمدی حضرات ان تحفظات کی بناء پر لے جائیں گے اور اگر انہوں نے چالاکی ہی کرنی ہے تو بعض جنرل نشستوں اور آسامیوں پر وہ احمدیت کا لیبل اتار کر قابض ہو جائیں گے۔ اور اگر فی الحقیقت یہ لوگ پاکستان کی سالمیت کے لئے خطرہ ہی ہیں جو فی الحقیقت بات نہیں تو اس کا حل انہیں اقلیت قرار دینے میں ہرگز نہیں۔ اس طرح تو وہ درحقیقت اپنی تعداد سے زیادہ حقوق لے جائیں گے۔ کہا جاتا ہے کہ احمدی گورنمنٹ کے ہر محکمہ میں بڑی تعداد میں گھسے ہوئے ہیں۔ بری، بحری، ہوائی فوج میں ان کی کثیر تعداد موجود ہے۔ سول کے محکموں پر ان کا تسلط ہے۔ غیر ملکی اداروں میں ان کا رسوخ ہے۔ تو ایسی بارسوخ کثیر تعداد کے دین اور معتقدات میں محض

اپنی اکثریت کے بل بوتے پر ناواجب دخل اندازی کر کے انہیں اپنا مخالف ہی بنایا جا سکتا ہے ان کی ہمدردیاں تو نہیں حاصل کی جا سکتیں۔ پس احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کسی طرح بھی ملکی اور قومی مفاد میں نہیں ہے۔

ربوہ کے ریلوے اسٹیشن پر جو واقعات ہوئے ان کی ہر کوئی مذمت کرے گا لیکن ان کی آڑ لے کر عوام کے مذہبی جذبات کو بھڑکانا اور ان سے بہیمانہ اور غیر مومنانہ حرکات کا ارتکاب کروانا سوشل بائیکاٹ پر اکسانا بھی کوئی قابلِ ستائش فعل نہیں۔ ان فسادات میں کروڑوں روپیہ کی جائیدادیں لوٹ لی یا جلا دی گئیں۔ سینکڑوں گھروں کو نذرِ آتش کر دیا گیا۔ درجنوں افراد موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ بچوں تک کو قتل کیا گیا اور عورتوں کی آبروریزی کی گئی۔ کیا یہ سب کچھ اسلام کے نام پر دھبہ نہیں، دامنِ ختمِ نبوت کو داغدار کرنے کی قابلِ مذمت حرکت نہیں؟ ایسی صورتِ حال پیدا ہونے کے امکانات ختم نہیں ہوئے۔ اُمید ہے آپ اپنی صلاحیتوں کو ایسے حد درجہ قابلِ مذمت افعال کے اعادہ کو روکنے میں صرف فرمائیں گے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ جو لوگ مذہب اور ناموسِ رسولؐ کے نام پر لوٹ کھسوٹ اور قتل و غارت میں مصروف ہیں وہ مرنے کے بعد خدا اور رسولؐ کو کیا منہ دکھائیں گے۔

واقعات نے دیکھتے دیکھتے جو رُخ اختیار کر لیا ہے وہ اس بات کی نشان دہی کرتا ہے کہ تحفظِ ختمِ نبوت کے پاک جذبے کو کس طرح ناپاک سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے استعمال کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس وقت نہ کسی احمدی کی عزت محفوظ ہے نہ جان اور مال۔ یہ صورتِ حال پاکستان کی پیشانی پر سیاہ دھبہ لگاتی ہے۔ ضرورت ہے کہ جلد از جلد ملک میں امن و امان کی فضا پیدا کی جائے۔

اس حقیقت سے اب انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ ہنگامہ صرف اور صرف سیاسی مقاصد کے لئے برپا کروایا گیا ہے۔ وزیر اعظم بھٹو نے یہ کہکر بہت بڑی صداقت کی نشان دہی کی ہے کہ اس کے پیچھے غیر ملکی طاقتوں کا ہاتھ ہے۔ دراصل پاکستان کی سالمیت کو برباد کرنے کے لئے اسے ہوا دی جا رہی ہے اور اسے ناپاک طور پر مذہب کا لبادہ اوڑھایا گیا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ بانی سلسلہ احمدیہ ختم نبوت کے منکر اور مدعی نبوت تھے اسلئے وہ اور ان کے ماننے والے بھی کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ ہم آپ سے پوری دیانت اور ذمہ داری کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ یہ الزامات سراسر غلط ہیں حضرت مرزا صاحب اور ان کی جماعت ان تمام عقائد و احکامات پر ایمان رکھتی ہے جو قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں درج ہیں اور ان تمام امور کو وہ اپنا دین سمجھتے ہیں جن پر سلف صالحین کا اتفاق ہے اور جو اہل سنت والجماعت مانتے ہیں اور کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے قائل ہیں۔ ملائکہ اور معجزات تقدیر اور آخرت کو مانتے ہیں۔ ہم آسمان و زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص اس مذہب کے مخالف کوئی اور الزام ہم پر لگاتا ہے وہ غلطی پر ہے۔ ہم نے بانی سلسلہ احمدیہ کی تحریرات کا ایک ایک لفظ پڑھا ہے۔ اور ہم اللہ تعالےٰ کی قسم کھا کر عرض کرتے ہیں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے کہ ہمیں ان میں کفر و الحاد کی کوئی بات نظر نہیں آئی۔

رہا یہ امر کہ مرزا صاحب اور جماعت احمدیہ ختم نبوت کی قائل نہیں اور مرزا صاحب نے دعوےٰ نبوت کیا تھا اس کے لئے ہم بڑے اختصار سے حضرت مرزا صاحب

کے اپنے الفاظ میں ان کا عقیدہ بیان کرتے ہیں۔

مرزا صاحب اپنی کتاب انجام آتھم کے صفحہ ۲۷ پر فرماتے ہیں :۔

۱۔ " میں علیٰ رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نہ کوئی پرانا نہ نیا۔"

۲۔ میں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانہ خدا مسجد میں کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہِ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔"

(مجموعہ اشتہارات حصہ چہارم صفحہ ۳۳۳)

۳۔ " سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت و رسالت کو کاذب و کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہوئی۔"

(مجموعہ اشتہارات)

۴۔ " میں نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہِ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں"۔

۵۔ " نبوت کا دعوےٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعوےٰ ہے۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۱)

۶۔ " نبوت کا دعوےٰ اس طرف سے بھی نہیں صرف ولایت اور مجددیت کا دعوےٰ ہے"۔ (مجموعہ اشتہارات)

۷۔ "ہمارے مخالف جب اس بحث میں عاجز آ جاتے ہیں تو افترا کے طور پر ہم پر یہ تہمت لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔"
(کتاب البریہ صفحہ ۸۲ ح)

۱۹۰۱ء اور اس کے بعد کے حوالے

۸۔ "جو شخص میرے پر شرارت سے یہ الزام لگاتا ہے کہ وہ نبوت اور رسالت کا دعوے کرتے ہیں وہ جھوٹا اور ناپاک خیال ہے۔"

(ایک غلطی کا ازالہ ۱۹۰۱ء)

۹۔ "اب اس تمام تحریر سے میرا مطلب یہ ہے کہ جاہل مخالف میری نسبت یہ الزام لگاتے ہیں کہ یہ شخص نبی یا رسول ہونے کا دعوے کرتا ہے۔ مجھے ایسا کوئی دعوے نہیں۔" (ایک غلطی کا ازالہ ۱۹۰۱ء)

۱۰۔ "میں کسی نبوت کا دعوے نہیں کرتا۔" (الحکم ۲۴ر جنوری ۱۹۰۴ء)

۱۱۔ "ایک اور نادانی یہ ہے کہ جاہل لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں کہ اس شخص نے نبوت کا دعوے کیا ہے حالانکہ ان کا یہ سراسر افتراء ہے۔

(حقیقۃ الوحی، صفحہ ۳۹۰، ۱۹۰۷ء)

۱۲۔ "اور یہ کہنا کہ نبوت کا دعوے کیا ہے کس قدر جہالت کس قدر حماقت اور کس قدر حق سے خروج ہے۔" (حقیقۃ الوحی، صفحہ ۹۸۔ ۱۹۰۷ء)

۱۳۔ "میں نے قرآن شریف سے ایک زبردست طاقت پائی ہے۔ میں نے آنحضرت صلعم کی پیروی میں ایک عجیب خاصیت دیکھی ہے جو کسی مذہب میں وہ خاصیت اور طاقت نہیں اور یہ کہ متبع اس کا مقام ولایت تک پہنچ جاتا ہے .... چنانچہ میں اس امر میں صاحب مشاہدہ

ہوں"۔

۱۴۔"میری کتابوں میں یہودیوں کی طرح معنی محرف و مبدّل کر کے اور بہت کچھ اپنی طرف سے ملا کر میرے پر صدہا اعتراض کئے گئے ہیں کہ گویا میں ایک مستقل نبوّت کا دعوےٰ کرتا ہوں اور قرآن کو چھوڑتا ہوں اور گویا میں خدا کے نبیوں کو گالیاں نکالتا ہوں اور توہین کرتا ہوں۔ اور گویا میں معجزات کا منکر ہوں سو میری یہ تمام شکایات خدا تعالےٰ کی جناب میں ہیں"۔

۱۵۔"یہ الزام جو میرے ذمّہ لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوّت جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا اور جس کے یہ معنی ہیں کہ مَیں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی کہتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی حاجت نہیں رکھتا اور اپنا علیحدہ قبلہ بناتا ہوں اور شریعت اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں۔ اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اقتداء اور متابعت سے علیحدہ ہو جاتا ہوں۔ یہ الزام صحیح نہیں بلکہ ایسا دعوےٰ نبوّت کا میرے نزدیک کفر ہے۔ نہ آج سے بلکہ اپنی ہر ایک کتاب سے ہمیشہ سے یہی لکھتا چلا آیا ہوں کہ اس قسم کی نبوّت کا مجھے کوئی دعوےٰ نہیں اور یہ سراسر تہمت ہے"۔

(خط بنام اخبار عام۔ ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء)

پس یہ کہنا کہ مرزا صاحب نے اپنے دعوے میں کوئی تبدیلی کی یا اس میں کوئی ارتقائی کیفیّت پائی جاتی ہے کہ ان کا ابتداء میں کوئی دعوےٰ نبوّت نہ تھا لیکن ۱۹۰۱ء یا

اس کے بعد کسی وقت آپ نے ایسا دعوےٰ کر دیا بالکل غلط ہے۔

مرزا صاحب کی تحریرات سے جو حوالے ہم نے اُوپر درج کئے ہیں اُن سے حتمی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نہ صرف یہ کہ ختم نبوّت کے قائل ہیں اور دعوائے نبوّت کرنے والے کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں بلکہ یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے ہرگز ہرگز دعوائے نبوّت نہیں کیا۔ پھر جو حوالے ہم نے اُوپر درج کئے ہیں وہ آغاز سے لے کر مئی ۱۹۰۸ء میں اپنی وفات تک کے عرصہ پر محیط ہیں اس لئے یہ کہنا بھی غلط اور نادرست ہوگا کہ مرزا صاحب نے بے شک کسی وقت دعوٰی مجددیت کیا تھا لیکن اس کے بعد ۱۹۰۱ء میں انہوں نے دعوائے نبوّت کر دیا اور یہ انکار نبوّت کی تحریرات ۱۹۰۱ء سے پہلے کی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اپنے دعوے کے متعلق مرزا صاحب از ابتداء تا انتہا ہمیشہ ایک ہی موقف پر قائم رہے ہیں اور اس میں آپ نے کبھی کوئی تبدیلی نہیں کی۔ نہ ۱۹۰۱ء سے پہلے نہ ۱۹۰۱ء کے بعد۔ یہ انداز فکر یکسر غلط اور واقعات کی شہادت کے خلاف ہے کہ مرزا صاحب ۱۹۰۱ء سے پہلے انکار نبوّت کرتے تھے پھر آپ نے تبدیلی عقیدہ کر کے زمرۂ انبیاء میں شامل ہونے کا دعوےٰ کر دیا۔ آپ کی انبار در انبار تحریرات میں کسی ایک جگہ بھی نبوّت کے بارے میں تبدیلی عقیدہ کا ذکر نہیں کسی مُرید نے کبھی آپ کی زندگی میں یہ نہیں کہا کہ مرزا صاحب نے تبدیلیٔ عقیدہ کر لیا ہے۔ یہ عجیب تبدیلیٔ عقیدہ ہے جس کا نہ مُدعی کو اقرار ہے نہ کسی مُرید کو۔ یہ مرزا صاحب پر بہتان طرازی ہے کہ انہوں نے ۱۹۰۱ء میں یا اس کے بعد اپنا عقیدہ تبدیل کر لیا تھا۔ اللہ کے خوف سے کام لینا چاہیئے۔ جاؤ مرزا صاحب کی آغاز سے لیکر

وفات تک کی تحریرات کو کھنگال ڈالو وہاں تمہیں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ملے گا کہ آپ نے لکھا ہو کہ پہلے میں مدعی مجددیت تھا اب رسُول بن گیا ہُوں پہلے میں لفظ نبیؑ رسُول کی غلط تشریح کیا کرتا تھا۔ یہ کہنا کہ مرزا صاحب نے اپنے اشتہار ایک غلطی کے ازالہ میں جو ۱۹۰۱ء میں لکھا گیا اپنی پہلی غلطی کا ازالہ کر لیا تھا واقعات کے خلاف ہے۔ اس میں آپ نے اپنی غلطی کا نہیں بلکہ بعض دوسرے لوگوں کی غلطی کا ازالہ کیا ہے جس پر خود اس اشتہار کی ابتدائی سطور ہی گواہ ہیں۔ اس اشتہار میں آپ نے ہرگز اپنے مقام کے متعلق اپنے کسی سابقہ خیال اور عقیدہ میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ اور وہی کچھ لکھا ہے جو پہلے لکھتے رہے ہیں۔ نہ اس اشتہار میں نہ کسی دوسری جگہ آپ نے کبھی یہ لکھا ہے کہ پہلے میں اپنے آپ کو زمرۂ اولیاء میں سمجھتا تھا اب خداوند تعالے نے مجھے بتا دیا ہے کہ تیرا وہ خیال غلط تھا بلکہ تو زمرۂ انبیاء میں سے ہے۔

کہ اَب مجھ پر انکشاف ہو گیا ہے کہ وحی نبوت جسے میں پہلے بند قرار دیتا تھا وہ جاری ہے اور مجھ پر وحی ولایت نہیں بلکہ وحی نبوت نازل ہوتی ہے کہ میرے قلب صافی کے آئینہ میں نبوت محمدؐیہ کا عکس نہیں رہا بلکہ جداگانہ مستقل نبوت براہ راست مجھے مل گئی ہے۔

کہ دعوئے نبوت سے میرا مسلسل انکار اب منسوخ ہے۔

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اب آخری نبی نہیں رہے کیونکہ ان کے بعد میں خود جو آگیا ہوں۔

ان میں سے ایک بات بھی نہیں۔ جس اشتہار ایک غلطی کا ازالہ کے حوالے سے کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب نے دعوئے نبوت کیا ہے اس اشتہار میں کم از کم

انہیں ایسی عبارتیں موجود ہیں جن میں دعوئے نبوت سے انکار کیا گیا ہے۔ افسوس لوگوں نے نہ دعوئے کو سمجھا نہ انکار دعویٰ کو۔

غرض یہ کہنا کہ گو ابتداء میں مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت کا نہ تھا مگر نومبر ۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنا دعوئے تبدیل کر لیا اور نبوت کے مدعی بن گئے اور انکار نبوت کی دس گیارہ برس کی لگاتار تحریریں منسوخ ہیں یہ محض غلط اور سراسر خلاف واقعات ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ جب حضرت مرزا صاحب نے مسلمانوں میں ظہور مسیح کے متعلق پیشگوئیوں کے مصداق ہونے کا دعوئے کیا تو اس کے ساتھ ہی یہ اعلان بھی کیا کہ نبوت کا وہ خاص رنگ بھی انہیں عطا کیا گیا ہے جس رنگ میں ہر محدث نبی ہوتا ہے۔ کیونکہ جو لوگ اللہ تعالےٰ کی طرف سے محدثیت کی قوت پاتے ہیں وہ نرے استخوان فروش نہیں ہوتے بلکہ وہ واقعی سراسر نائب رسول اللہ اور روحانی طور پر آنحضرتؐ کے خلیفہ ہوتے ہیں، اللہ تعالےٰ انہیں ان برکتوں اور نعمتوں کا وارث بناتا ہے جو نبیوں اور رسولوں کو دی جاتی ہیں انواعِ نبوت میں سے ایک نوع انہیں حاصل ہوتی ہے۔ محدث بالذات نبی نہیں ہوتا۔ مگر نبیوں کی طرح اللہ تعالیٰ اس سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اور آپ نے اس محدثیت کو نبوتِ ناقصہ، مجازی نبوت، بروزی نبوت اور محض لغوی معنوں میں نبوت قرار دیا۔ ظاہر ہے کہ ان الفاظ سے مرزا صاحب صفِ انبیاء میں شامل نہیں ہو جاتے اور آپ کی طرف سے دعوئے نبوت لازم نہیں آتا لیکن مخالفت تو اپنی مخالفت میں تنکے کا سہارا بھی لینا چاہتا ہے اور شدتِ بغض سے اس کی آنکھیں بند ہو جاتی ہیں۔ اس لئے یہ شائع کیا گیا کہ مرزا صاحب نعوذ باللہ نبوت کے دعوے دار ہیں حالانکہ آپ نے بڑے صاف اور غیر مبہم الفاظ

میں اعلان کیا کہ :-

"نبوّت کا دعوے نہیں بلکہ محدّثیت کا دعوے ہے"

(ازالہ اوہام - صفحہ ۴۲)

"میں کسی نبوّت کا دعوے نہیں کرتا" (الحکم ۱۴ر جنوری ۱۹۰۴ء)

پھر اپنی وفات سے صرف ایک دن پہلے بھی یہی کہا :-

"میں نے اپنی طرف سے کوئی اپنا کلمہ نہیں بنایا۔ نہ نماز علیحدہ بنائی ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی پیروی کو دین و ایمان سمجھتا ہوں۔ یہ نبوّت کا لفظ جو اختیار کیا گیا ہے صرف خدا کی طرف سے ہے۔ جس شخص پر پیشگوئی کے طور پر خدا تعالےٰ کی طرف سے کسی بات کا اظہار بکثرت ہو اسے نبی کہا جاتا ہے خدا کا وجود خدا کے نشانوں سے پہچانا جاتا ہے۔ اسی لئے اولیاء اللہ بھیجے جاتے ہیں۔ حضرت مولانا روم نے نے بھی لکھا ہے :-

اُو نبیِ وقتِ خویشست اے مرید

محی الدین ابنِ عربی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ حضرت مجدد نے بھی یہی عقیدہ ظاہر کیا ہے۔ پس کیا سب کو کافر کہو گے یاد رکھو یہ سلسلہ نبوّت قیامت تک جاری ہے۔" (۲۵ر مئی ۱۹۰۸ء)

مرزا صاحب کا مسئلہ زیر بحث میں یہ آخری قول قولِ فیصل کی حیثیت رکھتا ہے اور ثابت کرتا ہے کہ اپنے بارے میں مرزا صاحب نے جس لفظ نبی کو اختیار کیا ہے وہ وہی ہے جس کے پانے اور باقی ہونے کا ذکر آئمہ سلف نے بھی کیا ہے اور جس کا جواز

مخالف علماء کو بھی مسلّم ہے جس سے مراد صرف ولایت اور محدثیت ہے جیسے کہ آپ لکھتے ہیں :۔

"نبوت کا دعوےٰ اس طرف سے بھی نہیں صرف ولایت اور محدثیت کا دعویٰ ہے"

اور صاف لکھا کہ :۔ ماعنی اللہ من النبوۃ الا کثرۃ المکالمۃ والمخاطبۃ (حقیقۃ الوحی، ۱۹۰۷ء) یعنی میری نبوت سے اللہ تعالیٰ کی مراد کثرت مکالمہ و مخاطبہ کے سوا کچھ نہیں اور اس شخص پر اللہ تعالےٰ کی لعنت ہو جو اس سے بڑھ کر کچھ ارادہ کرے اور مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ اکابر امت کے نزدیک ایک مسلمہ چیز ہے۔ پس یہ محض نزاع لفظی ہوا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ظلّی بروزی جزوی مجازی ناقص نبی، نبی نہیں ہوتا اور ایسی نبوت کا دعویٰ کر کے آپ نے فی الحقیقت نبوت ہی کا دعوےٰ تو نہیں کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہرگز نہیں۔ دیکھو مرزا صاحب خود لکھتے ہیں :۔

"ولایت کامل طور پر ظلّی نبوت ہے"۔ (حجۃ اللہ صفحہ ۱۴۰)

اسی طرح مجازی نبی نبی نہیں ہوتا، مجاز تو کہتے ہی اسے ہیں جو حقیقت نہ ہو۔ بہادر شخص کو مجازی طور پر شیر کہنے سے وہ حقیقی شیر نہیں ہو جاتا۔ مجازی نبوت کو خود مرزا صاحب نے محدثیت قرار دیا ہے، نہ کہ نبوت (ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۲)۔ جو شخص اُمتی بھی ہو اور نبی بھی وہ کبھی نبی نہیں ہوتا۔ جیسے کہ مرزا صاحب نے خود تسلیم کیا ہے کہ نبی اور اُمتی دونوں شانیں صرف محدث ہی میں پائی جاتی ہیں۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۹) ناقص اور جزوی نبی بھی نبی نہیں ہوتا جیسے مرزا صاحب نے خود لکھا ہے:۔

"وہ صرف جزوی نبی ہے جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کے اسم سے

موسوم ہے۔" (توضیح مرام۔ صفحہ ۱۹)

"محدّث جو مرسلین میں سے ہے کامل طور پر امتی ہوتا ہے اور ناقص طور پر نبی۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۹)

بروزی نبی بھی نبی نہیں ہوتا۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"تمام اُمت کا اس پر اتفاق ہے کہ غیر نبی بروز کے طور پر قائم مقام نبی کا ہو جاتا ہے۔" (ایام الصلح، صفحہ ۱۶۳)

اصل بات یہ ہے کہ بروز، ظلّ اور فنافی الرسول وغیرہ صوفیاء کی وہ اصطلاحات ہیں جنہیں کسی چیز کی نفی اور صرف اس کے انعکاس کے ثبوت میں استعمال کیا جاتا ہے پس یہ الفاظ مرزا صاحب کو حقیقی نبی ثابت نہیں کرتے بلکہ ان الفاظ کی موجودگی ہی بتاتی ہے کہ اصل نبوت کا اثبات نہیں بلکہ اس کی نفی کی گئی ہے۔ تصنیف را مصنف نیکو کند بیاں۔ جب مرزا صاحب خود فرماتے ہیں بار بار تاکید سے لکھتے ہیں کہ میری کسی تحریر کا یہ منشاء نہیں کہ مجھے حقیقی نبی قرار دیا جائے تو کسی کا کیا حق ہے کہ آپ کو مدّعی نبوت قرار دے۔

ایک سوال یہ ہے کہ جب مرزا صاحب صفِ انبیاء کے فرد نہیں اور انہوں نے دعوائے نبوت نہیں کیا تو پھر یہ ظلّی بروزی مجازی اور امتی وغیرہ کے الفاظ کیوں استعمال کئے تو اس کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے کہ فی نفسہٖ ان الفاظ کے استعمال میں کوئی قباحت نہیں بلکہ یہ چیزیں حسنِ بیان میں داخل ہیں اور جو شخص مسلمان علماء اور اولیاء کی تحریرات اور مصطلحات سے بیگانہ نہیں اسے ان میں کوئی نقص نظر نہیں آتا اور وہ خوب جانتا ہے کہ نہ ان الفاظ سے ختمِ نبوت پر حرف آتا ہے نہ یہ دعوٰئے نبوت کے مترادف

ہے اور نہ مرزا صاحب کی کوئی اختراع اور ان کی پیدا کردہ بدعت۔ یہ طرزِ کلام آپ سے خاص نہیں اور نہ آپ اس میں منفرد ہیں بلکہ اکابرِ اُمّت نے اس طرزِ بیان کو اختیار کیا ہے۔ سلف صالحین میں سے حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی، شیخ محی الدین ابن عربی، حضرت امام شعرانی، حضرت مولانا روم، حضرت مجدّد الف ثانی، صاحب تفسیر رُوح المعانی اور ہمارے اس زمانہ میں مولانا اشرف علی تھانوی اور مفتی محمد کفایت اللہ، مولانا ابوالکلام آزاد اور سر محمد اقبال وغیرہ کی تحریرات میں اس کی مثالیں ملتی ہیں۔ پس نبوّت کا لفظ جن معنوں میں حضرت مرزا صاحب نے استعمال کیا ہے ان میں اس کا استعمال کرنا ناجائز اور ممتنع نہیں اور نہ اسے کسی کیلئے ٹھوکر کا موجب ہونا چاہیئے۔ اس سے ختم نبوّت کا انکار یا دعویٰ نبوّت کا اقرار لازم نہیں آتا۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں: اوتی الانبیاء اسم النبوّۃ واوتینا اللقب۔ یعنی انبیاء کو نبوّت کا نام دیا گیا ہے اور ہمیں نبوّت کا لقب دیا گیا ہے۔ پھر فرماتے ہیں: اس مقام والوں کو انبیاء الاولیاء کا نام دیا گیا ہے پس ان کی نبوّت کی غایت یہ ہے کہ احکام شریعت کو سمجھیں یہاں تک کہ اس معاملے میں خطا نہ ہو اس کے سوا کچھ نہیں (شیخ سیّد محمد مکّی بن سیّد مصطفیٰ، السیف الربانی صفحہ ۱)۔ اب دیکھ لو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ختم نبوّت کے منکر نہ تھے۔ نہ مدعی نبوّت تھے لیکن آپ فرماتے ہیں کہ ہمیں نبوّت کا لقب دیا گیا ہے اور جو خود انہوں نے ایک نہایت لطیف اصطلاح استعمال کی ہے۔ انبیاء الاولیاء یعنی زمرۂ اولیاء کے وہ افراد جو نبیوں سے ہم کنار ہیں۔ انہیں نبی کا لقب تو دیا جاتا ہے لیکن وہ نبی نہیں بلکہ اُمّت کے ولی ہوتے ہیں۔ اسی اصطلاح کا گویا ترجمہ مرزا صاحب نے "نبی بھی اور اُمتی بھی" اور

"ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی" کے الفاظ سے کیا ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے اسی انبیاء الاولیاء والی نبوّت کو مجازی نبوّت قرار دیا ہے۔ (دیکھو ان کی کتاب التنبیہ الطربی، صفحہ ۹۹)

شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی نے اپنی کتاب فتوحات مکیّہ کی جلد ۲ صفحہ ۱۰۰ پر ولایت کو نبوّت عامہ کہا ہے اور لکھا ہے کہ نبوّتِ عامہ غیر تشریعی اُمّت میں جاری ہے گو نبوّت تشریعی منقطع ہے۔ ان کے اصل الفاظ یہ ہیں: فالنبوّۃ ساریۃ الی یوم القیامۃ فی الخلق وان کان التشریع قد انقطع۔ (فتوحاتِ مکیہ باب ۷۳ سوال ۸۲ صفحہ ۹۰) حضرت امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں: نبوّتِ مطلقہ اُمّت میں جاری ہے۔ ان کے اصل الفاظ یہ ہیں فان مطلق النبوّۃ لم ترتفع۔ اور اس کی تائید میں وہ حدیث پیش فرماتے ہیں جس میں لکھا ہے جس نے قرآن کو محفوظ کیا نبوّت اس کے دونوں پہلوؤں میں داخل کر دی گئی ہے۔ (الیواقیت والجواھر۔ صفحہ ۴۲)

حضرت امام علی القاری لکھتے ہیں کہ حدیث لو عاش ابراھیم لکان صدیقًا نبیًا۔ اللہ تعالےٰ کے قول خاتم النبیّین کے ہرگز مخالف نہیں کیونکہ خاتم النبیّین کے تو یہ معنے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپ کے دین کو منسوخ کرے اور آپ کا اُمتی نہ ہو۔ (موضوعاتِ کبیر ص ۶۹)

مولانا روم اپنی مثنوی کے دفترِ پنجم میں فرماتے ہیں:۔

او نبیٔ وقتِ خویش است اے مرید
زانکہ زو نورِ نبی آید پدید

مکر کن در کارِ نیکو خدمتے
تا نبوت یابی اندر اُمتے

یعنی پیر سے چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ظاہر ہوتا ہے اس لئے وہ اپنے وقت کا نبی ہوتا ہے۔ پس خدمت اور اطاعت میں کوشش کرتا کہ اُمت میں تجھکو نبوت حاصل ہو۔

دیکھو یہ وہی امتی نبی والی اصطلاح ہی استعمال کی گئی ہے اور امامِ وقت کو بھی نبی قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ ایک ایسی نبوت بھی جاری ہے جو اطاعت اور خدمت سے اُمتیوں کو حاصل ہو سکتی ہے گو وہ حقیقی نبوت نہیں ہوتی۔ چنانچہ اس کی شرح میں مولانا عبدالعلی صاحب شارح مثنوی دفتر پنجم صـ۲۷ پر لکھتے ہیں:۔

از مکر مراد تدبیر است از نبوت مرتبہ ارشاد و باین نبوت اولیاء می رسند صـ۲۷

اس شعر میں مکر کا لفظ بمعنی تدبیر ہے اور نبوت سے مراد مرتبہ ارشاد اور ایسی نبوت اولیاء کو حاصل ہوتی ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں:۔

"اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔"

(تحذیر الناس صـ۲۵ مطبوعہ خیر خواہ سرکار پریس کانپور)

حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:۔

"جو شخص کثرت سے شرف ہمکلامی کا پاتا ہے۔ سے محدث بولتے ہیں"

(مکتوب ۵۱)

یعنی بقول حضرت مجدد الف ثانی مجدد کے ساتھ اللہ تعالےٰ بکثرت مکالمہ مخاطبہ کرتا

ہے۔اس کو دیگر اکابرین نے نبوت مطلقہ نبوت عامہ یا نبوت لغویہ کہا ہے اور یہی مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے بکثرت ہم کلام ہوتا ہے۔

علامہ آلوسی صاحب تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں :-

" اما النبوۃ العامۃ فھی مستمرۃ ساریۃ فی اکابر الرجال غیر منقطعۃ دنیا و اخریٰ۔ نبوتِ عامہ اکابر رجال اُمت میں جاری ساری ہے دُنیا و آخرت میں غیر منقطع ہے۔ (روح المعانی جلد ۲ صفحہ ۱۲۴)

مولانا عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں :—

" بعد آنحضرت صلعم کے مجرد کسی نبی کا ہونا محال نہیں " (دافع الوسواس فی اثر ابن عباس صفحہ ۱۶)

مولانا اشرف علی تھانوی تحریر فرماتے ہیں کہ :—

" ولایت کے بعض شعبوں کو بعض لوگ نبوت تعریفی کہتے ہیں "

(التنبیہ الطربی - صفحہ ۱۰۹)

مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ العلماء ہند نے کتاب مجالس الابرار کے حاشیہ پر لکھا ہے :—

" محدثین دال کی زیر سے محدث کی جمع ہے محدث اسے کہتے ہیں جس پر خدا کا کلام خاص الہام کے ذریعہ سے آئے۔ یہ لوگ بعض علماء کے نزدیک ادنیٰ درجہ کے نبی اور بعض کے نزدیک اعلیٰ درجہ کے ولی ہوتے ہیں "

دیکھ لیجئے یہ وہی چیز ہے جسے مرزا صاحب نے نبوت ناقصہ کہا ہے۔ اور یہ وہی مضمون ہے جو حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ :—

ولی اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک دائرۂ انبیاء میں نہ داخل ہو جائے۔

محی الدین ابنِ عربی کی بعض عبارات کی توضیح کرتے ہوئے مولانا محمد شفیع مفتی دیوبند لکھتے ہیں :۔

"کمالات نبوت آپ کی اُمت کے افراد میں بہ نسبت اُمم سابقہ کے بھی زیادہ موجود ہیں اس کا انکار نہ علمائے ظاہر کرتے ہیں نہ صوفیائے کرام"

پھر لکھتے ہیں، شیخ نے کمالات نبوت اور مبشرات اور ولایت کو نبوت بغیر تشریع، فرمایا ہے

"جو نبوت بغیر تشریع ہو وہ نبوت نہیں کہلاتی بلکہ نبوت کا اطلاق اسی وقت درست ہوتا ہے کہ جب تمام اجزائے نبوت (جن میں تشریع بھی داخل ہے) مکمل موجود ہوں" (ختم نبوت، ۳: ۳۱)

اصل بات وہی ہے جو مولوی محمد ادریس صاحب مرحوم کاندھلوی صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ نیلہ گنبد لاہور نے بھی لکھی ہے :۔

"کہ نبی اور نبوت کا اطلاق اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ نبوت کے اجزاء جن میں تشریعی احکام بوحی ملکی بھی داخل ہے علیٰ وجہ الکمال والتمام ملحق نہ ہوں...... بغیر تشریع کے نبوت متحقق نہیں ہو سکتی۔ نبوت کا اصل مدار تشریع پر ہے جب تشریع نہ ہو پس نبوت بھی نہیں"۔

پھر ابنِ عربی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ :۔

"ان کے نزدیک بھی تشریع نبوت کا جزء لاینفک ہے۔ بغیر تشریع کے ان کے نزدیک بھی نبوت متحقق نہیں ہو سکتی" (مسلک الختام صفحہ ۶۱)

پس مرزا صاحب کی طرف بھی دعوئے نبوت منسوب نہیں ہو سکتا کیونکہ تشریع نبوت کا جزو لاینفک ہے اور مرزا صاحب نے صاحب شریعت ہونے کا دعوئے نہیں کیا چنانچہ مرزا صاحب فرماتے ہیں :-

"نبی اور رسول کے لفظ استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ہیں۔ رسالت لغتِ عرب میں بھیجے جانے کو کہتے ہیں اور نبوت یہ ہے کہ خدا سے علم پا کر پوشیدہ حقائق اور معارف کو بیان کرنا سو اسی حد تک مفہوم کو ذہن میں رکھ کر دل میں اس کے معنی کے موافق اعتقاد کرنا مذموم نہیں ہے مگر چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنی ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکامِ شریعتِ سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی اُمت نہیں کہلاتے اور براہِ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالےٰ سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے ہشیار رہنا چاہیئے کہ اس جگہ بھی یہی معنی نہ سمجھ لیں" (الحکم ۷ اگست ۱۸۹۹ء)

خلاصہ کلام یہ کہ اصل بات وہی ہے جو مرزا صاحب نے بھی لکھی ہے کہ نبی اور رسول کے الفاظ بعض اولیاء کی نسبت بھی استعمال ہو جاتے ہیں (انجام آتھم صفحہ ۲۸) اور ان الفاظ کے استعمال سے مرزا صاحب ختم نبوت کے منکر نہیں قرار پا سکتے۔ اگر یہ بات نہیں تو پھر حضرت سید عبدالقادر جیلانی، شیخ محی الدین ابنِ عربی، امام شعرانی، صاحب روح المعانی، حضرت مولانا روم، حضرت مجدد الف ثانی، مولانا نانوتوی، مولانا اشرف علی تھانوی اور مفتی محمد کفایت اللہ کو کیا کہو گے۔ کیا تمہارا دِل گردہ ہے کہ ان پر بھی کفر کا فتویٰ لگا دو اور انہیں بھی ختم نبوت کے منکر ہونے کا طعن دو کیونکہ ان سب نے اپنے اپنے اقوال و تحریرات میں ایسی نبوت کو جو دراصل نبوتِ کاملہ تامہ نہیں اُمت میں جاری مانا ہے۔ اس

بات کو بحضورِ دل یاد رکھنا چاہیئے کہ نبوت جس کا ہمیشہ کے لئے سلسلہ جاری رہے گا نبوت تامہ نہیں بلکہ جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے صرف ایک جزئی نبوت ہے جو دوسرے لفظوں سے محدثیت کے اسم سے موسوم ہے۔ اور وہ شخص غلطی کرتا ہے جو اسے حقیقی نبوت قرار دیتا ہے۔

غرض مرزا صاحب کی کتب میں اصولی طور پر بڑے زور دار اور شدت کے ساتھ اس بنیادی اور اصولی بات کو بیان کیا گیا ہے کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ پرانا نہ نیا۔ ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کی حاجت نہیں

"اگرچہ ایک ہی دفعہ وحی کا نزول فرض کیا جائے اور صرف ایک دفعہ حضرت جبرئیل آئیں اور پھر چپ ہو جائیں یہ امر بھی ختم نبوت کے منافی ہے۔"

(ازالہ اوہام۔ صفحہ ۵۷۷)

لیکن اس کے ساتھ بعض جگہ ظلی اور بروزی اور لغوی نبوت کے باقی رہنے کا ذکر بھی ہے تو ہم بڑے زور اور تحدی سے کہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کی تحریرات میں جس نبوت کے جاری ہونے کا ذکر ہے وہ یہی نبوت ہے جو محدثیت کے اسم سے موسوم ہے جو نبوتِ ناقصہ ہے جو بروزی اور ظلی اور مجازی اور لغوی نبوۃ ہے جو دائرہ اولیاء میں داخل کرتی ہے نہ کہ دائرہ انبیاء میں اور یہی وہ نبوت ہے جو بزرگانِ سلف کے نزدیک بھی اُمت میں جاری و ساری ہے اور مرزا صاحب نے اپنی ساری کتابوں میں اول تا آخر اسی نبوت کے پانے کا اقرار کیا ہے جسے اسلام کے مسلمہ آئمہ اور اولیاء نے جائز قرار دیا ہے حضرت مرزا صاحب نے در اصل سابق اولیا اور ربانی علماء ہی کے اقوال کو اپنے اقوال میں دہرایا ہے۔ جس نبوت کو اکابرین سلف نے جاری کیا ہے اسکو مرزا صاحب نے باقی ٹھہرایا ہے

اور جس طرح کی نبوّت کا اقرار اکابرین سلف نے جائز قرار دیا ہے اس کے پانے کا اقرار مرزا صاحب کی تحریروں میں ہے اور اس معاملہ میں اسلام کے آئمہ کے اقوال اور مرزا صاحب کے اقوال باہم مکمل طور پر مشابہ اور مترادف ہیں۔ پھر اگر مرزا صاحب کو منکر ختم نبوّت قرار دیا ہے تو ان بزرگوں کو بھی منکر ختم نبوّت کیوں نہیں قرار دیا جاتا۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ان بزرگوں نے نبوت حقیقی و تشریعی کو باقی نہیں رکھا صرف نبوّتِ غیر تشریعی کو باقی رکھا ہے جس سے نبوّت کاملہ تامہ اور حقیقی نبوت مراد نہیں۔ نبوّت غیر تشریعی اصطلاحِ اسلام میں نبوّت نہیں۔ نبوت غیر تشریعی سے اجزاء و کمالاتِ نبوّت یعنے صرف مبشرات مراد ہیں۔ نبوّت غیر تشریعی سے جو کچھ بھی مراد ہے۔ وہ اصطلاحِ شرعِ اسلام میں ولایت اور محدثیت ہے۔ حضرت ابنِ عربی فرماتے ہیں:-

فینزل ولیًا ذا نبوۃ مطلقۃ (فتوحاتِ مکیہ ص۹) یعنی مسیح موعود نبوّت مطلقہ لے کر نازل ہو گا لیکن وہ نبی نہیں بلکہ ولی ہو گا۔ اور جس نبوت مطلقہ کو باقی کہا ہے وہ بھی لغوی ہے اور جس نبوّت کو باقی کہا ہے وہ اخبار عن الغیب، اخبارِ غیبیہ اور وحی و الہام ہے۔ وہ مجازی نبوّت ہے اور ایسی نبوت پانے والے صرف نبی نہیں کہلا سکتے۔ پس ان تشریحات، توضیحات اور حقائق و دلائل کے ہوتے ہوئے وہ بزرگ انکار ختم نبوت اور اقرار دعوئی نبوّت کے الزام کے نیچے نہیں آتے اسی طرح حضرت مرزا صاحب بھی بدرجۂ اولیٰ دعوئے نبوّت کے بہتانِ عظیم سے کلیتہً بری ہیں۔ کیونکہ جن جن دلائل سے بزرگانِ سلف اس الزام سے بری قرار پاتے ہیں وہ سب کے سب دلائل اس سے زیادہ قوّت اور بہتر استدلال کے ساتھ حضرت

مرزا صاحب کی خود اپنی تحریرات میں بتکرار موجود ہیں۔

دیکھو مرزا صاحب کس زور اور وضاحت سے فرماتے ہیں:۔

"اس بات کو بحضور دل یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ نبوت جس کا آئندہ کے لئے سلسلہ جاری رہے گا نبوت تامہ نہیں بلکہ جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں وہ صرف ایک جزئی نبوت ہے جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کے اسم سے موسوم ہے۔" (توضیح مرام صفحہ ۹)

"حاشا وکلا مجھے نبوتِ حقیقی کا ہرگز دعوٰے نہیں۔" (مجموعہ اشتہارات)

"فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لم یبق من النبوۃ الا المبشرات یعنی نبوت کے انواع میں سے صرف ایک نوع باقی رہ گئی ہے اور وہ مبشرات ہیں از قسم رویائے صادقہ وصحیح مکاشفات اور وحی جو خواص اولیاء پر اترتی ہے...... یہ حدیث دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ نبوتِ تامہ جو وحی شریعت کی حامل ہوتی ہے وہ منقطع ہو چکی ہے لیکن نبوت جس میں سوائے مبشرات کے کچھ نہیں وہ قیامت کے دن تک باقی ہے۔"
(توضیح مرام۔ صفحہ ۱۰)

سمیت نبیًا من اللہ علیٰ طریق المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقۃ"
(الاستفتاء سنہ ۱۹۰۷ء) یعنے اللہ تعالے نے میرا نام نبی رکھا ہے مجازی طور پر نہ حقیقی رنگ میں۔"

"میں کتنی مرتبہ بیان کر چکا ہوں کہ میری نبوت سے اللہ تعالےٰ کی مراد سوائے کثرت مکالمہ مخاطبہ کے اور کچھ نہیں اور یہ اہلِ سُنت کے نزدیک مسلّم

ہے۔" (استفتاء صفحہ ۱۶)

"اس کا کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا کیونکہ نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی اس میں ہتک ہے ہاں امتی اور نبی دونوں لفظ اجتماعی حالت میں اس پر صادق آ سکتے ہیں۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰)

"میں ہمیشہ اپنی تالیفات کے ذریعے سے لوگوں کو اطلاع دیتا رہا ہوں اور اب بھی ظاہر کرتا ہوں کہ یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعوے کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا اور جس کے یہ معنی ہیں کہ میں مستقل طور پر اپنے تئیں نبی سمجھتا ہوں اور قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا اور اپنا علیحدہ کلمہ اور علیحدہ قبلہ بناتا ہوں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے باہر جاتا ہوں یہ الزام صحیح نہیں بلکہ ایسا دعوے نبوت کا میرے نزدیک کفر ہے۔"

اور لکھتے ہیں :—

"صاحب انصاف طلب کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعوے نہیں کیا اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اس کو بول چال میں لانا موجب کفر نہیں بلکہ میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ اس میں عام مسلمانوں کو دھوکا لگ جانے کا احتمال ہے۔"

(انجام آتھم صفحہ ۲۷)

پھر فرماتے ہیں :۔

"تمام مسلمانوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس عاجز کے رسالہ فتح اسلام و توضیح مرام و ازالہ اوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے یا یہ کہ محدثیت جزوی نبوت ہے یا یہ کہ محدثیت نبوتِ ناقصہ ہے یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں بلکہ صرف سادگی سے ان کے لغوی معنوں کی رُو سے بیان کئے گئے ہیں ورنہ حاشا وکلا مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعوے نہیں ہے بلکہ جیسا کہ میں کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۳۷ پر لکھ چکا ہوں میرا اس بات پر ایمان ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلعم خاتم الانبیاء ہیں سو میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں اور ان کے دلوں پر یہ لفظ گراں ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں کیونکہ کسی طرح مجھ کو مسلمانوں میں تفاق ڈالنا منظور نہیں۔ جس حالت میں ابتداء سے میری نیت میں جس کو اللہ جلشانہٗ خوب جانتا ہے اس لفظ نبی سے مراد حقیقی نہیں ہے بلکہ صرف محدث مراد ہے جس کے معنی آنحضرت صلعم نے مکلَّم مراد لئے ہیں ...... تو مجھے اپنے مسلمان بھائیوں کی دلجوئی کے لئے اس لفظ کو دوسرے پیرایہ میں بیان کرنے سے کیا عُذر ہوسکتا ہے۔ سو دوسرا پیرایہ یہ ہے کہ بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں اور اس کو (یعنی لفظ نبی کو) کاٹا ہوا خیال فرمالیں" (مجموعہ اشتہارات حصہ ۱

اس تحریر نے تو سارا جھگڑا ہی ختم کر دیا ہے۔ اس کے بعد بھی مرزا صاحب کو مدعی نبوت اور ختم نبوت کا منکر قرار دینا بہت بڑی زیادتی اور تقویٰ سے بعید ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں۔ علیحدہ کلمہ اور قبلہ بناتے ہیں۔ یا بعض احکامِ شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں۔ یا نبی سابق کی اُمت نہیں کہلاتے جیسا کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنی مختلف کُتب میں اس کی وضاحت کی ہے اس کا ملخص یہ ہے کہ:۔

نبی وہ ہے جو براہ راست خدا تعالیٰ سے تعلّق رکھے اور کسی کا مطیع اور متبع نہ ہو اور ولی وہ ہے جو کسی نبی کی اتباع کے نتیجہ میں خدا تعالےٰ سے تعلق پیدا کرے گویا نبی اصل ہے اور ولی اس کا ظلّ۔ نبی کا انکار موجب کفر اور اخراج از اُمت ہوتا ہے جبکہ ولی کے انکار سے انسان کافر تو نہیں ہوتا لیکن ان برکات سے محروم رہ جاتا ہے جو اس کی اتباع کے ساتھ وابستہ ہوتی ہیں۔ نبی دینی علوم کو بذریعہ جبریل امین حاصل کرتا ہے اور اس کی وحی وحیِ نبوت کہلاتی ہے اور اولیاء کی وحی وحیِ ولایت کہلاتی ہے جس کو بزرگانِ دین الہام سے تعبیر کرتے ہیں تا وحیِ نبوت کے ساتھ اشتباہ نہ ہو جائے۔

ہم نے سطور بالا میں اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے معنی لکھے ہیں اور بتایا ہے کہ نبوت کے اعتقادی اور شرعی حقوق کیا ہیں اور نبی کی حقیقت اور ماہیت میں کیا کیا امور داخل ہیں۔ اور اس کے لوازم و امتیاز کیا کیا ہیں اب اگر مرزا

صاحب کے دعاوی اس کے مطابق ہوں اور آپ کی تحریرات میں سے کہیں سے بھی یہ ثابت ہو جائے کہ آپ کا دعویٰ تھا کہ آپ کامل شریعت لائے ہیں یا بعض احکام شریعتِ قرآنیہ کو آپ نے منسوخ کر دیا ہے یا آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی نہیں اور آپ نے حضور علیہ السلام کی اتباع کے بغیر یہ دعوے کر دیا ہے کہ میں اصلاح احوال اور نا قصوں کو کامل کرنے کے لئے آیا ہوں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ سے میرا رابطہ براہِ راست اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بغیر ہے۔ اور مجھے ماننا جزوِ ایمان ہے اور میرے انکار کی وجہ سے انسان کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ میں نے دینی علوم بذریعہ جبریل امین حاصل کئے ہیں اور مجھ پر نزول جبریل بہ پیرایہ وحی نبوت ہے۔ میری وحی مستقل ہے اور وحی ولایت نہیں بلکہ وہ وحی نبوّت ہے اور محتاج تصدیق قرآنی نہیں اور میں نے اپنی ساری وحی بلا کم و کاست دنیا کو پہنچا دی ہے اور اس میں سے کوئی حصہ بھی ایسا نہیں جو دنیا کو نہ پہنچایا گیا ہو اور مجھے دعوے معصومیت ہے تو بے شک مرزا صاحب مدعی نبوّت قرار پائیں گے اور تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ ختم نبوّت کے قائل نہیں، لیکن اگر ان میں سے کوئی ایک بات بھی نہ ہو اور نبی کی حقیقت اور ماہیت میں جو باتیں داخل ہیں ان میں سے اپنے میں ایک کے پائے جانے کا کہیں بھی ادّعا نہ ہو۔ بلکہ آپ فرمائیں کہ

"ہر ایک روشنی ہم نے نبی اُمّی کی پیروی سے پائی ہے اور جو شخص پیروی کرے گا وہی پائے گا۔" (سراج منیر۔ صفحہ ۷۳) تو آپ مدعی نبوّۃ نہیں قرار پائینگے

ہم بڑے ادب اور دل سوزی کے ساتھ عرض کریں گے کہ مرزا صاحب کی اسّی ۸۰ کتب ہیں، اشتہارات ہیں، خطوط ہیں، ڈائریاں ہیں، ان کے ایک ایک حرف

پہ غور کر کے دیکھ لو تمہیں ایک حرف بھی ایسا نظر نہیں آئے گا جو مندرجہ بالا بنیادی اور اصولی باتوں کے خلاف ہو اور کسی جگہ بھی آپ نہیں دیکھیں گے کہ مرزا صاحب نے اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول ہونے کا دعوے کیا ہو۔ نبوّت کے اعتقادی اور شرعی حقوق کا مطالبہ کیا ہو، نبی کی حقیقت اور ماہیت میں سے کسی ایک امر کا ادعا کیا ہو۔ اور اس کے لوازم اور امتیازات میں سے کسی ایک امتیاز اور لازمے کو اپنے اُوپر چسپاں کیا ہو۔ اور خصائص نبوّت کا اپنے اندر پایا جانا بیان کیا ہو۔ جب ان میں سے کوئی ایک بات بھی نہیں ہے تو پھر مرزا صاحب کی طرف دعوئ نبوّت منسوب کرنا اور آپ کو منکر ختم نبوّت قرار دینا سراسر نا انصافی اور بغض و عناد کی پیداوار نہیں تو اور کیا ہے۔

مرزا صاحب نے کبھی بھی کسی ایسی حیثیت کو اختیار نہیں کیا جو عقیدہ ختم نبوت سے متصادم ہو۔ ان کی آمد سے کسی نئے کفر و ایمان کا مسئلہ پیدا نہیں ہوتا۔ انہوں نے تو صاف صاف فرمایا ہے میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجّال نہیں ہو جاتا اور ان الفاظ کے ہوتے ہوئے آپ کے آنے سے اُمت میں ایمان و کفر کی کوئی نئی تعریف کیونکر رونما ہو سکتی ہے اور آپ کے انکار سے نئے سرے سے ان لوگوں کے اُمّت اسلامیہ سے خارج ہونے کا امکان کیونکر پیدا ہو جاتا ہے جنہیں اسلامی اخوّت اور کلمہ طیبہ نے ہمیشہ کے لئے ایک اُمّت بنایا ہے۔ نہ اس کا کوئی امکان ہے نہ یہ کوئی واقعہ ہے، آپ نے کبھی زمرۂ انبیاء میں سے ہونے کا دعوے نہیں کیا کبھی نہیں کہا کہ مجھے ماننا جزوِ ایمان ہے نہ اپنے آپ کو ایک نیا اور مستقل مشن لے کر آنے والے شخص کی حیثیت سے پیش کیا۔ نہ کوئی کلمہ بنایا نہ کوئی جدید شریعت پیش کی نہ کوئی دینی

کتاب لائے۔

کوئی شخص اس وجہ سے غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو کہ آپ کے ماننے والے احمدی کہلاتے ہیں اور یہ مرزا غلام احمد کی طرف نسبت ہے ایسا ہرگز نہیں۔ بات یہ ہے حضرت خاتم النبیین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے ایک محمد جو جلالی نام ہے اور ایک احمد جو جمالی نام ہے۔ یہ دور حضور علیہ السلام کی جمالی تجلی کا دور ہے اس نسبت سے ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کے وقت کاغذات میں اس جماعت کا نام مسلمانوں کا احمدی فرقہ لکھوایا گیا۔

پس نام احمدی مرزا غلام احمد کی طرف نسبت کی بناء پر نہیں بلکہ یہ نسبت نبیوں کے سردار یعنی حضرت احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نسبت کی وجہ سے ہے۔ اور کون نہیں جانتا کہ جس طرح حضور علیہ السلام فداہ ابائنا و اُمہاتنا کا ایک نام محمدؐ تھا اسی طرح آپؐ کا نام احمد بھی تھا اور یہ احمدی کی نسبت اسی پاک نام احمد کی طرف ہے۔

پس ہم پورے یقین اور وثوق سے کہتے ہیں کہ ہر وہ شخص جو تعصب، غلو اور افراط کے جذبات سے اپنے آپ کو الگ کر کے حق شناسی کے لئے حضرت مرزا صاحب کی اصل کتابوں کا مطالعہ کرے گا اور اپنی تحقیق کا مدار مخالفوں کی تحریرات اور ان کے کانٹ چھانٹ کے بعد پیش کئے ہوئے حوالوں پر نہیں رکھے گا بلکہ براہِ راست صداقت معلوم کرنا چاہے گا تو وہ یقیناً اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ مرزا صاحب ہرگز ہرگز مدعی نبوت نہ تھے۔ آپ نے کبھی بھی اپنی وحی کو وحی نبوت قرار نہیں دیا۔ کبھی اپنے آپ کو صفِ انبیاء میں کھڑا نہیں کیا۔ کبھی حقیقی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا

کبھی نہیں کہا کہ مجھ پر وحیِ نبوّت نازل ہوتی ہے کبھی ادعا نہیں کیا کہ مجھ میں خصائص نبوّت پائے جاتے ہیں۔ آپ کی تحریرات پکار پکار کر بتائیں گی کہ آپ کو ختمِ نبوّت کا منکر اور نبوّت حقیقی کا مقر قرار دینا سراسر افتراء جہالت اور حق سے خروج ہے۔

دنیا میں معدلت گستری کا اوّل اصول یہ ہے کہ کسی شخص کی طرف وہ عقیدہ منسوب نہ کیا جائے جس سے وہ انکار کرتا ہے لیکن کس قدر ظلم ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے بار بار کے انکار کے باوجود یہ کہا جاتا ہے کہ آپ زمرۂ انبیاء میں شامل ہونے کا دعوےٰ کرتے ہیں۔

اگر احمدی جماعت سے باہر کے علماء مرزا صاحب کی طرف حقیقی نبوّت کا انتساب ترک کر دیں اور جیسا کہ مرزا صاحب کی تحریریں گواہی دیتی ہیں اس صداقت کو تسلیم کر لیں کہ آپ صفِ انبیاء کے فرد نہ تھے تو بعض غالی متبعین کا اجرائے نبوّت کا عقیدہ چند روز میں اپنی موت آپ مر جائے گا۔ اور اس طرح آئے روز جو مسلمانوں کے اندر تحفظ ختمِ نبوّت کے نام پر فتنہ و فساد کی لہریں اٹھتی رہتی ہیں اور بے گناہ لوگوں کے جان و مال کو ناحق نقصان پہنچایا جاتا ہے اور سوشل بائیکاٹ کی خلاف انسانیت، خلاف اخلاق، خلافِ شریعت اور خلاف قانون تحریکیں اٹھتی رہتی ہیں ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں گی۔

یہ کوئی دلیل نہیں کہ مخالفین کی کثرت اور موافقین کی کثرت اس خیال پر متفق ہے کہ مرزا صاحب حقیقی نبی تھے اس لئے ضرور ان کا ایسا ہی دعوے ہو گا۔ مخالفین اور موافقین کی کثرت کا کسی شخص کی طرف کسی غلط دعوےٰ کو منسوب کرنا ناممکن بات نہیں۔ آج حضرت مسیح علیہ السلام کے مخالف یہودی اور آپ کے موافق عیسائیوں

کی اکثریت انہیں ابن اللہ ہونے کا مُدعی قرار دیتی ہے تو کیا یہ کثرت اس بات کو ثابت کر دے گی کہ فی الحقیقت خدا تعالےٰ کا وہ پیارا بندہ اللہ تعالےٰ کا حقیقی بیٹا ہونے کا مُدعی تھا۔

پس لفظ پرستی میں نہیں اُلجھنا چاہیئے۔ صوفیانہ مصطلحات سے پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ نبوّت کی حقیقت پر غور کرنا چاہیئے اُس کے لوازم اور خصائص پر نظر ڈالنا چاہیئے۔ اس کی شرعی حیثیت کو دیکھنا چاہیئے ان میں سے مرزا صاحب نے کسی ایک چیز کا بھی تو اِدّعا نہیں کیا اور محض لغوی معنوں میں مجازی طور پر استعارہ کے رنگ میں جزوی طور پر صرف معنی محدثیت اور مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ بہ پیروی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی لفظ کا استعمال ختم نبوّت کے انکار اور دعوٰئے نبوّت کے مترادف نہیں۔ ہر مصنف کی تحریر میں محکمات کے ساتھ متشابہات بھی ہوتے ہیں۔ خود قرآن مجید میں یہ اندازِ بیان موجود ہے۔ مومنوں کا کام یہ ہے کہ متشابہات کو محکمات کے تابع رکھیں اور کسی شخص کے ذِمّہ وہ الزام نہ لگائیں جس کی تائید میں فی الحقیقت کسی کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں اور جس کا وہ شخص خانۂ خدا میں کھڑے ہو کر مؤکد بعذاب حلف اُٹھا کر انکار کرتا ہے اور جس کے مافی الضمیر کی گواہی اُس کی ہزارہا صفحات پر مشتمل تصنیفات کا ایک ایک لفظ دے رہا ہے۔

ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ مرزا صاحب کا شعر ہے:

منم مسیح زمان و منم کلیم خُدا
منم محمدؐ و احمدؐ کہ مجتبےٰ باشد

کہ میں مسیح ہوں، موسیٰ ہوں، محمدؐ و احمدؐ ہوں۔ گذشتہ صفحات میں جس وضاحت

ہے یہ مضمون بیان ہو چکا ہے کہ حضرت مرزا صاحب ہرگز ختم نبوت کے منکر نہیں انہوں نے کبھی اور کسی وقت بھی نبوت حقیقی کا دعوےٰ نہیں کیا اور نہ زمرۂ انبیاء میں شامل ہونے کا ادعا کیا ہے نہ ہی اپنی وحی کو وحیِ نبوت قرار دیا ہے٭ اس کے بعد اس قسم کے حوالوں کو پیش کرنا عبث ہے کہ دیکھو مرزا صاحب نے نبیوں کا رُوپ اختیار کر لیا ہے۔ دراصل یہ استعارہ اور مجاز ہے اور یہ سب بروزی رنگ میں ہے اور یہ مسلّمہ امر ہے کہ وجود بروزی اپنے اصل کی تصویر ہوتا ہے یہاں تک کہ نام بھی ایک ہو جاتا ہے۔ بروز کا مقام اس مضمون کا مصداق ہوتا ہے:

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

مرزا صاحب خود فرماتے ہیں:

"دنیا میں کوئی نبی نہیں گذرا جس کا نام مجھے نہیں دیا گیا سو جیسا کہ براہین احمدیہ میں خدا نے فرمایا ہے کہ میں آدم ہوں میں نوح ہوں میں ابراہیم ہوں میں اسحاق ہوں میں یعقوب ہوں میں اسمٰعیل ہوں میں موسٰے ہوں میں داؤد ہوں میں عیسےٰ ابن مریم ہوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ یعنی بروزی طور پر" (تتمہ حقیقت الوحی۔ صفحہ ۸۴)

پس یہ الفاظ موجب کفر اور دعوےٰ نبوت کے مترادف نہیں ہیں۔ حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ کے جو کلمات طیّبات تذکرۃ الاولیاء میں حضرت فریدالدین عطار نے بھی تحریر فرمائے ہیں اور دوسری معتبر کتابوں میں بھی پائے جاتے ہیں کہ:۔

"میں آدم ہوں میں ہی نوح ہوں میں ہی ابراہیم ہوں میں ہی موسےٰ ہوں میں

٭۔ اس نظم کے آخر میں مرزا صاحب نے اپنے آپ کو زمرۂ ابدال میں سے قرار دیا ہے نہ کہ انبیاء میں۔

ہی محمدؐ ہوں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"۔

انہیں کیا کہا جائے گا۔ کسے جرأت ہے کہ وہ سامنے آئے اور کہے کہ ان الفاظ سے حضرت بایزید بسطامی نے گستاخی سے کام لیا ہے اس میں دعوئے نبوت پایا جاتا ہے اور یوں وہ نعوذ باللہ کافر ہیں۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"اللہ تعالےٰ نے مجھ پر احسان کیا کہ مدینہ طیبہ مبارکہ کی مجاورت مجھے عطا کی ایک دن میں تنہائی میں اللہ تعالےٰ کے ذکر میں مشغول تھا پس اللہ تعالیٰ نے مجھے اس عالم اور میرے نفس سے مجھے الگ کر کے اپنے قبضے میں لے لیا پھر مجھے لوٹایا اس حالت میں کہ میں کہہ رہا تھا اگر موسےٰ ابن عمران زندہ ہوتا تو اس کو میری اتباع کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا (یاد رہے کہ یہ الفاظ دراصل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں لو کان موسیٰ حیًّا لما وسعہ الا اتباعی، ناقل) ......اور میں نے جان لیا کہ میں اس وقت رسول اللہؐ میں فنا ہوا ہوا تھا اور میں اس وقت فلاں نہیں تھا یعنی میں عبدالقادر نہیں تھا بلکہ رسول اللہ صلعم ہی تھا یعنے محمدؐ ہی تھا۔....... اس طرح ایک اور دفعہ ایسا ہی وقوع میں آیا کہ میں بحیثیت محمدؐ ہونے کے حضرت نبی کریم صلعم کا قول انا سید ولد آدم ولا فخر (میں تمام انسانوں کا سردار ہوں اور اس میں کوئی فخریہ بات نہیں) دہرا رہا تھا" (سیف الربانی صفحہ ۱۰۰ مصنفہ شیخ محمد بن مکی)

بروزی کی ان حالتوں کی بنا پر جو دراصل حقیقت نہیں ہوتیں دھوکا نہیں کھانا چاہیئے۔ حضرت مرزا صاحب کی اصل تحریرات کو نظر انداز کر کے مخالفوں کے لگائے ہوئے

الزامات کی اتباع سے ایک محقق خدا ترس کو آخر ندامت اُٹھانا پڑتی ہے۔ مرزا صاحب نے تو صاف صاف اور غیر مبہم الفاظ میں لکھا ہے:۔

"میں نبوّت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مُدعی کو دائرہِ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔" (آسمانی فیصلہ، صفحہ ۳)

"نبوت کا دعوےٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعوےٰ ہے۔" (ازالہ اوہام صـ۴۲۱)

"میں کسی نبوّت کا دعوےٰ نہیں کرتا۔" (الحکم ۲۴ر جنوری ۱۹۰۴ء)

اور مجازی، بروزی، اور ظلّی غیر تشریعی نبوت بمعنی محدثیت کا استعمال ہرگز موجب کفر و الحاد نہیں اور مرزا صاحب کے ایسے الفاظ تو صرف بزرگانِ سلف کے اقوال کا اعادہ ہیں اور پھر آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ انہیں بھی کاٹا ہوا تصور کریں اور لوازم و خصائص نبوّت میں سے کسی ایک چیز کا ادعا بھی نہیں کیا تو پھر کس قدر زیادتی اور ناخدا ترسی اور بے انصافی ہے کہ آپ کو صفِ انبیاء میں قرار دیا جائے۔ خود مرزا صاحب نے اپنے آپ کو محدثیت سے بالا نہیں سمجھا نہ آپ کے مریدوں میں سے کسی نے آپ کی زندگی میں انہیں بالا سمجھا نہ آپ نے زندگی بھر اجرائے نبوّت پر کوئی دعوےٰ کیا اور اس پر اکتفا نہیں کی بلکہ ظلّی اور بروزی نبوّت کے الفاظ کی وہی تشریح کی جو بزرگانِ سلف کرتے چلے آتے تھے اور صاف صاف لکھا کہ نبوّت کا لفظ اپنے حقیقی معنوں پر محمول نہیں، بلکہ اس کے استعمال کے بارے میں انہوں نے اپنی جماعت کو ہدایت دی ہے کہ:۔

"میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ اس سے عام مسلمانوں کو دھوکہ لگ جانے کا احتمال ہے۔" (انجام آتھم۔ صفحہ ۲۷)

حضرت مرزا صاحب نے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء میں احمدیہ بلڈنگس لاہور میں وفات پائی اور ان کا جنازہ قادیان لے جایا گیا تو جو کتبہ ان کے مزار پہ لگایا گیا اُس پر یہ الفاظ کندہ تھے:-

مجدّد صد چہارم

پھر مرزا صاحب نے خود کو مجدّد و محدّث ہی سمجھا ان کے متبعین نے بھی آپ کو مجدّد ہی قرار دیا اور ان کی وفات کے بعد ان کی قبر بھی اس بات کی گواہی دیتی رہی کہ وہ بطور مجدّد فوت ہوئے اور بعد میں درجنوں مریدوں نے حلفاً شہادت دی کہ آپ نبی نہ تھے بلکہ مجدّد تھے۔ تو اب کس کے اختیار میں ہے کہ آپ کی طرف دعوئے نبوّت منسوب کرے، آپ کو منکر ختم نبوۃ قرار دے۔

مرزا صاحب نے مجازی نبوّت وغیرہ کے الفاظ کو محدثیت قرار دیا بلکہ اس تشریح کو اللہ تعالےٰ کا حکم بتایا اس کی صحت پر قسمیں کھائیں۔ اس کی صحت کو اپنا محکم ایمان قرار دیا۔ آپ کی زندگی میں کسی مرید نے اس توضیح کو غلط قرار نہیں دیا اور نہ آپ کی وفات کے بعد ۱۹۱۴ء تک کسی مرید نے اسے غلط قرار دیا بلکہ بڑے بڑے مرید اسے ہی قسمیں کھا کر صحیح کہتے رہے۔ اور انہیں معنوں میں سلف صالحین لفظ نبی استعمال کرتے رہے حضرت عبدالقادر جیلانی جیسے عظیم انسان نے کہا کہ مجھے نبی کا لقب دیا گیا ہے حضرت مولانا روم نے عالم ربّانی کو نبی قرار دیا اور لکھا ہے کہ اس کی پیروی انسان کو نبی بنا دیتی ہے جس کے حصول کی کوشش کرنی چاہیئے۔ ان بزرگوں نے ظلی اور بروزی رنگ میں نبوّت کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اور لفظ نبی محض لغوی معنوں کے رُو سے اختیار کیا ہے اور اس رنگ میں لفظ نبی کا استعمال ہرگز موجب کفر نہیں۔ اس طرح

مرزا صاحب نے بھی جب اس رنگ میں لفظ نبی استعمال کیا ہے اور کہا ہے کہ میری نبوت سے مراد صرف مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ ہے اور یہ لفظ محض ظلی اور بروزی اور مجازی معنوں میں استعمال ہوا ہے اور عام طور پر اس کے استعمال سے بھی منع کیا ہے بلکہ یہاں تک لکھا ہے کہ اسے کاٹا ہوا تصور کیا جائے۔ بعد وفات آپ کے مزار پر مریدوں نے "مجدد صد چہار دہم" کا کتبہ لگا کر متفقہ طور پر اور اجتماعی رنگ میں یہ شہادت دی ہے کہ آپ کا دعوٰے نبوت نہیں بلکہ مجددیت کا تھا اور اپنی وحی کو وحی ولایت کہا ہے اور وحی نبوت کا کسی طرح بھی ادعا نہیں کیا۔ کیا یہ انصاف ہے حق شناسی ہے، خدا ترسی ہے، حق جوئی ہے کہ انسان اصرار کرتا چلا جائے کہ نہیں مرزا صاحب نے حقیقی نبوت کا دعوٰے کیا ہے اور اس طرح آپ ختم نبوت سے منکر اور دائرہِ اسلام سے خارج ہیں۔ صاحب نبوۃ تامہ ہرگز اُمتی نہیں ہو سکتا مگر مرزا صاحب اُمتی تھے۔ نبی کا انکار کفر ہے لیکن آپ نے اپنے انکار کی وجہ سے کسی کو کافر اور دائرہِ اسلام سے خارج قرار نہیں دیا، نہ نئی اُمت بنائی، نہ اپنے آپ کو ایک جدید اور مستقل مشن لے کر آنے والے شخص کی حیثیت سے پیش کیا، نہ جدید کلمہ بنایا، نہ قبلہ قائم کیا۔ نہ آپ بالذات معصوم تھے حالانکہ یہ سب چیزیں نبوت کی حقیقت اور ماہیت میں داخل ہیں۔ پھر کس بنا پر انہیں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر قرار دیا جاتا ہے۔ محض جزوی، ناقص، بروزی اور مجازی معنوں میں نبوت کے لفظ اور نام کا استعمال کسی بھی اسلام کا درد رکھنے والے کے نزدیک موجب کفر و الحاد نہیں ہو سکتا اور گذشتہ اکابرین اُمت نے اس قسم کے الفاظ کو انکار ختم نبوت کے مترادف قرار نہیں دیا۔ بلکہ ایسے الفاظ کا بعض افراد اُمتِ محمدیہ پر

استعمال کیا ہے جیسا کہ گذشتہ صفحات میں عرض کیا جا چکا ہے کسی شخص کی صاف صاف اور واضح تحریرات کے ہوتے ہوئے جو کسی شبہ سے غبار آلودہ نہیں بعض متشابہات اور مجازی استعمالات کی بنا پر وہ معنی نکالنا جو اس کی اصولی بنیادی اور کھلی کھلی تحریرات کو باطل کر دیں اہل حق کا شیوہ نہیں بلکہ قرآن مجید نے یہ ان لوگوں کا طریق بتایا ہے جن کے دلوں میں کجی ہے۔ تو بس یاد رکھو اگر کسی اُمتی کو جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے وحی و الہام کا درجہ پاتا ہے اور اسے نبی کے نام کا اعزاز یا خطاب دیا جاتا ہے تو اس سے ہرگز مہر نبوت نہیں ٹوٹتی کیونکہ وہ امتی ہے۔ لیکن نبوت کے برکات یعنی مکالمہ و مخاطبہ الہیہ کے جاری ہونے کا اعتراف مرزا صاحب نے کیا ہے اور یہ استعمال غلط نہیں بلکہ اس لئے کیا گیا ہے کہ اس کے بغیر صحیح تصور نہیں دیا جا سکتا اور اس کے بغیر اصلی روحانی تجربات اور اقدار کو سمجھایا نہیں جا سکتا تھا اسی بناء پر گذشتہ اکابر نے بھی ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ غرض لفظ پرستی میں نہیں پڑنا چاہیئے یہ بہت سی ٹھوکروں کا موجب بن جاتی ہے پس حقیقت کا دامن نہ چھوڑیئے اور بعض الفاظ کے مجازی استعمال کی بناء پر مرزا صاحب اور ان کی جماعت کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دینے کی غلطی کا ارتکاب نہ کیجئے۔

کیا اس شخص اور جماعت کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا جائے گا جو ان تمام احکامات پر ایمان رکھتی ہے جو قرآن کریم اور احادیث نبوی میں درج ہیں اور ان تمام امور کو اپنا دین سمجھتی ہے جن پر سلف صالحین کا اتفاق ہے اور اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے، جو دلی ایمان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو

خاتم النبیین اور بہر معنی ہیں آخری نبی مانتی ہے اور جس کا یقین ہے کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے نہ پرانا۔ کیا اس جماعت کو کافر قرار دیا جائے گا جس نے مخالفین اسلام کے خلاف جس قدر دلائل پیش کئے ہیں مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ انہیں شدید ترین مخالفوں نے بھی بااہتمام وکمال قبول کر لیا ہے۔ اپنے تبلیغی جوش اور عیسائیت اور ہندومت کے خلاف جس کے دلائل نے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کے دلوں میں مضبوط ایمان پیدا کیا ہے جس نے اپنوں اور غیروں کے قلوب میں یہ ایقان بھر دیا ہے کہ مغرب کی موجودہ ترقی کا سرچشمہ عیسائیت ہرگز نہیں اور دنیا کا آئندہ دین صرف اسلام ہے۔ جس نے غیر مذاہب کے مقابلے میں دینِ اسلام کی حفاظت اور توسیع کے میدان میں سب سے زیادہ کام کیا ہے اور جس کے متعلق اکابرینِ قوم اور مختلف عدالتوں نے بعد تحقیق ذیل کی آراء کا اظہار کیا ہے۔

مصر کے شیخ ازہر محمود شلتوت نے کہا ہے:

”احمدی ہمارے مسلمان بھائی ہیں وہ اس کلمہ طیبہ پر ایمان و اعتقاد رکھتے ہیں جس پر ہمارا اعتقاد و ایمان ہے۔“

مولانا ابوالکلام آزاد نے احمدیوں کے بارے میں لکھا ہے:۔

”وہ یقیناً مسلمان ہیں اور امتِ اسلامیہ میں داخل ہیں اور وہ تمام حقوق رکھتے ہیں جو کسی مسلمان فرد یا جماعت کو شرعاً حاصل ہیں جو شخص انہیں کافر کہتا ہے وہ بہت سخت غلطی کا مرتکب ہوتا ہے“

علامہ سر محمد اقبال لکھتے ہیں: ”موجودہ ہندی مسلمانوں میں مرزا غلام احمد

قادیانی سب سے بڑے مفکر ہیں۔"

خود ڈاکٹر صاحب نے مرزا صاحب کی بیعت کی ہوئی تھی۔ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب سجادہ نشین چاچڑاں شریف جن کے اشعار آج کل بہت کثرت سے ریڈیو پاکستان سے سُنائے جاتے ہیں حضرت مرزا غُلام احمد صاحب کے متعلق فرماتے ہیں کہ :-

" وہ نیک اور صالح انسان ہیں ...... وہ صادق آدمی ہے اور مفتری اور کاذب نہیں " (اشارات فریدی - ۳ : ۴۲)

" آپ اہلِ سنّت والجماعت کے عقائد اور دینِ محمدی کی ضروریات کے ہرگز منکر اور انکاری نہیں " (اشارات فریدی - ۳ : ۶۹)

سندھ کے جھنڈے والے پیر صاحب نے بھی جن کے لاکھوں مُرید ہیں حضرت مرزا صاحب کو تسلیم کیا۔ خواجہ حسن نظامی صاحب فرماتے ہیں :-

" جو مولوی مرزائیوں کو کافر کہتا ہے وہ خود کافر ہے "

مولانا محمد علی جوہر فرماتے ہیں :-

" احمدیوں کو کافر اور مُرتد کہنا ظلم اور ناانصافی ہے "

مولانا غُلام رسُول مہر لکھتے ہیں :-

" احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ غلط ہے "

مولانا عبدالمجید سالک فرماتے ہیں :-

" میں مرزائیوں کو بھی مسلمانوں ہی کا ایک فرقہ سمجھتا ہوں "

سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب فرماتے ہیں :-

"مرزا غلام احمد صاحب کے متبعین میں سے احمدی گروہ کا شمار فرق اسلامیہ ہی میں ہے۔"

جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب فرماتے ہیں:۔

"لاہوری احمدیوں کی تکفیر کسی طرح صحیح نہیں ہے۔"

مولوی ثناءاللہ امرتسری رقمطراز ہیں:۔

"اسلامی فرقوں میں خواہ کتنا ہی اختلاف ہو مرزائیوں کو انہیں شامل جانتا ہوں۔"

فیصلہ مدراس ہائیکورٹ:۔

"احمدی اسلام پر ایمان رکھتے ہیں اور حضرت محمدؐ اور آپؐ کی رسالت اور قرآن کریم کی حقانیت پر یقین رکھتے ہیں یقیناً یہی ضروری شرائط کسی شخص کے مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہیں اور یہ شرائط احمدیوں میں پائی جاتی ہیں۔"

فیصلہ ڈسٹرکٹ جج لائلپور ۵ مئی ۱۹۵۱ء:۔

"ہائی کورٹ وقتاً فوقتاً یہ فیصلہ دے چکی ہے کہ احمدیوں کو غیر مسلم قرار نہیں دیا جا سکتا۔ بعض امور میں عقائد کے متعلق اہم اختلاف ہونے کے باوجود ہم کسی طرح بھی احمدیوں کو غیر مسلم نہیں کہہ سکتے۔"

فیصلہ سول جج لائل پور ۳ ر نومبر ۱۹۵۰ء:۔

"ہر شخص جو اللہ تعالےٰ کی وحدانیت اور حضرت محمدؐ کے پیغام رسالت پر یقین رکھتا ہے وہ مسلمان ہے خواہ کسی فرقے سے تعلق رکھتا ہو۔ احمدی واضح طور پر توحید باری تعالےٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر

یقین رکھتے ہیں اس لئے وہ مسلمان ہیں اور جو شخص فرقہ احمدیہ میں شامل ہو جائے اس کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے اپنا مذہب تبدیل کر لیا ہوا ہے۔"

پھر ہم کہتے ہیں کیا اس جماعت کو کافر قرار دیا جائے گا جو اسلام کی خادم ہے قرآن مجید اور اس کے پیغام کو دنیا میں پھیلاتی ہے۔ غیر مسلموں کو مسلمان بناتی ہے بُتکدوں میں لا الٰہ الا اللہ کی آواز بلند کرتی ہے۔ بُت پرستوں کے مرکزوں میں خدائے واحد کا نام بلند کرنے کے لئے مسجدیں بناتی ہے۔ اسلام کی فتح، قرآن مجید کے غلبہ اور پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی چمکار سے دنیا کو منور کرنے کے لئے کوشاں ہے جو قبلہ رخ نماز پڑھتی ہے وہی اذان دیتی ہے جو مسلمانوں کے ہاں دی جاتی ہے ان کا ذبیحہ کھاتی ہے اس کی ویسی مسجدیں ہیں جو دوسرے مسلمانوں کی ہیں جو نبی اکرمؐ کو ہر معنی میں اور حقیقی طور پر خاتم النبیین اور آخری نبی مانتی ہے جس کا ایمان ہے کہ حضرت سرور کائنات کے بعد نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ پرانا۔ کیا ان لوگوں کو جو مسیح ناصری کی آسمان سے آمد کے قائل ہیں جو ایک نبی اللہ ہے یہ زیب دیتا ہے کہ ان لوگوں کو کافر اور منکر ختم نبوت قرار دیں جو نہ کسی نئے نبی کی آمد کو مانیں اور نہ کسی پرانے نبی کی آمد کو۔ مولانا مودودی صاحب نے اس مشکل سے نکلنے کا یہ حل سوچا ہے کہ حضرت مسیح بطور سابق نبی کے آئیں گے، حالانکہ حدیث مسلم میں سابق کا لفظ نہیں بلکہ صرف نبی اللہ لکھا ہے اور جناب نواب صدیق حسن خاں صاحب نے صاف صاف تحریر فرمایا ہے: فهو ان کان خلیفة فی الامة المحمدیة فهو رسول ونبی کریم علیٰ حاله (حجج الکرامہ صفحہ ۴۲۶)

یعنی حضرت مسیح ناصری باوجود اس بات کے کہ وہ اُمتِ محمدیہ کے ایک خلیفہ ہوں گے پھر بھی

بدستور رسول اور نبی رہیں گے۔ پس مودودی صاحب کی یہ توجیہہ درست نہ رہی کہ وہ بطور سابق نبی آئینگے۔ اسی طرح مشہور اہلحدیث مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی لکھتے ہیں کیا اس جماعت کو کافر قرار دیا جائیگا جو دنیا میں واحد جماعت ہے جس نے اپنے منشور میں یہ لکھا ہے کہ کسی کلمہ گو کو کافر کہنا خواہ وہ اسلام کے کسی بھی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو غلط ہے۔

ہماری آپ سے التجا ہے کہ آپ اس ظلم سے اپنے دامن کو بچالیں۔

اس طرح اول آپ

اللہ تعالےٰ کی نظر میں ایک ناجائز افترا کے گناہ سے بچ جائیں گے۔ دوم اتحاد بین المسلمین کی راہ کو روشن کرنے کے ثواب سے بہرہ ور ہوں گے اور افتراق و انشقاق کی جو لہریں پیدا ہو رہی ہیں ان کے سدباب کی کوششوں اور عدم اتحاد کی رسوائیوں سے قوم کو بچانے میں آپ کا بھی شاندار حصہ ہوگا۔ سوم آپ کی اس کوشش سے تحفظ ختم نبوت کے ہنگامے برپا کرنے کی ضرورت ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گی اور ختم نبوت کو جو خطرہ مسلمان آئے دن محسوس کرتے رہتے ہیں اختتام کو پہنچ جائے گا۔ چہارم جو قوم کے اندر آئے روز کے فتنوں اور فسادات کے پیدا ہونے جان، مال اور آبرو کے ناحق برباد ہونے اور حکومت کے لئے قانون و امن کے یہ مسائل پیدا ہونے بند ہو جائیں گے۔ پنجم علمی لحاظ سے ایک غلط روش کے اختیار کرنے سے

اللہ تعالےٰ آپ کو بچالے کاش کہ اسلام کی ایک خادم جماعت کو غیر مذاہب میں تبلیغ اسلام کے مواقع آپ مہیا کروا دیں گے۔ اور آپ کی ان کوششوں سے ایک ایسا مقدس سویرا طلوع ہوگا جس سے دنیا نورِ اسلام سے جگمگا اُٹھے گی۔

جناب عالی! ہم معذرت خواہ ہیں کہ ہم نے آپ کے اوقاتِ گرامی کا بہت سا

حصہ لے لیا لیکن معاملے کی نزاکت کا بھی تقاضا تھا کہ بحث کی اصل حقیقت بے کم و کاست آپ کے سامنے رکھ دی جائے۔

اصل بات یہی ہے کہ مسلمانوں کو کافر کہنا ایک بڑا بھاری جرم ہے۔ تکفیر اہلِ قبلہ سے اسلامی اتحاد پاش پاش ہو جاتا ہے۔ یہ تفریق بین المسلمین کا ایک مکروہ حربہ ہے۔ یہ اسلام کے دشمنوں کی اعانت ہے۔ حضرت امام اعظم علیہ الرحمتہ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص میں ننانوے وجوہ کفر پاؤ اور صرف ایک وجہ ایمان دیکھو پھر بھی اسے کافر نہ کہو، افسوس آج اسلام میں ایسی خطرناک تفرقہ اندازی اس ملک میں روا رکھی جا رہی ہے جو اسلام کا ایک مضبوط قلعہ ہے۔ یہ اللہ تعالےٰ کے انعامات کی بے قدری ہے۔ خوب سوچ لو کسی شخص یا جماعت کو دائرہ اسلام سے اس وقت تک خارج نہیں کیا جا سکتا جب تک مسلمان کی تعریف نہ کر لی جائے اور اسلام اور کفر کی حد فاصل لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے جس نے اس کا اقرار کر لیا وہ مسلمان ہے اور جس نے نہ مانا اور اس جھنڈے کے تلے نہ آیا کافر۔ مسلمان کی کوئی دوسری جامع تعریف ممکن ہی نہیں۔ منیر انکوائری کمشن کے سامنے سب علماء و مشائخ نے زور لگا کر دیکھ لیا تھا لیکن اس بنیادی صداقت سے ہٹ کر ایک قدم بھی وہ نہ چل سکے۔

کیا چودہ سو برس کی اسلامی تاریخ میں اس کی کوئی مثال موجود ہے کہ کسی ایسی جماعت کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ہو جو کلمہ طیبہ پر ایمان رکھتی ہو۔ قرآن کریم کو آخری کتاب مانتی ہو۔ خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتی ہو، مسلمانوں کا ذبیحہ کھاتی ہو، نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ کی فرضیت کی قائل ہو۔

اس لئے ہمیں اُمید ہے کہ آپ اللہ تعالےٰ کے حضور جواب دہی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اپنے آپ کو مکفرین اہلِ قبلہ میں شامل نہ کریں گے ۔ اس رنگ میں اللہ تعالےٰ کے حضور حاضر نہیں ہوں گے کہ میں لاکھوں کلمہ گو لوگوں کو کافر بنا کر آگیا ہوں مسلمانوں کی قوت محض اسی لئے ٹوٹی ہوئی ہے کہ وہ وحدت باقی نہیں رہی جو قرآن مجید پیدا کرنا چاہتا ہے ۔ وہ اخوت اور بھائی چارہ ختم ہے جس کی تلقین نبی عربیؐ نے کی تھی ۔ دائرہ اسلام کی وسعتوں کو محدود کر دیا گیا ہے ۔ رواداری ختم کر دی گئی ہے وہ خدا جس نے دین اسلام کے کل دینوں پر غالب آنے کا وعدہ کیا ہے وہ اسلام پر اس حملے کو بھی انشاءاللہ سرسبز نہیں ہونے دے گا ۔ جتنی جلدی لوگ اس غلطی سے نکل جائیں گے ان کے لئے سُرخروئی کا موجب ہوگا اور جس قدر زیادہ ان غلطیوں پر اصرار کریں گے اپنی کامیابی، فتح اور کامرانی کے دنوں کو پیچھے ڈالتے چلے جائیں گے تکفیر کے اس دروازہ کو کھولنے کی زد دُور دُور پڑے گی ۔ پس فکر و دانش کا یہی تقاضا ہے کہ تکفیر کی اس وبا کو جلد از جلد ختم کر دیا جائے ۔

حقیقت یہ ہے کہ احمدیوں کو کافر قرار دینے کی تحریک گو مذہب کے لبادے میں چھپایا گیا ہے لیکن یہ سراسر ایک سیاسی تحریک ہے ۔ ۱۹۵۳ء میں بھی یہ مسئلہ اسی طرح اُبھرا تھا ۔ اس نے پاکستان کی تاریخ کے رُخ کو تبدیل کر دیا تھا اس لئے اسے معمولی نظر سے نہ دیکھئے ۔ خواجہ ناظم الدین اور میاں ممتاز احمد دولتانہ جو ایک دوسرے کے مدِ مقابل تھے دونوں ہی اس کی لہروں کی نظر ہو گئے تھے ۔ اس فتنہ کی وجہ سے پاکستان میں سب سے پہلی بار مارشل لاء لگا تھا اور جمہوری قدروں کی پامالی ہوئی تھی ۔ سیاسی عمل کو ختنے کاری زخم لگے تھے اور نوبت یہاں تک پہنچی تھی کہ ۱۹۵۴ء

میں جب اس فتنے کی وجہ سے قومی اسمبلی توڑ دی گئی تھی تو اس کے خلاف ایک آواز بھی بلند نہ ہو سکی اور اس کا مرثیہ خواں بھی کوئی نہ ہوا اور آمریت نے نہایت آسانی کے ساتھ ملک پر تسلط جما لیا۔ ۱۹۵۳ء کے فسادات والا بچہ ابھی زندہ ہے اور جسٹس منیر کی دُور بین نگاہ نے ٹھیک طور پر مشاہدہ کر لیا تھا کہ ہو سکتا ہے کہ اسے پھر کوئی اُٹھا لے۔ اس بچہ کو اُٹھانے والے اُبھر کر سامنے آ چکے ہیں۔ پس قبل اس کے کہ جو آگ پر قابو پانا ممکن نہ رہے اسے بجھا دینے کی کوشش فرمایئے۔ پاکستان میں مذہبی مسائل کو اُبھارنا کسی طرح بھی سیاسی بصیرت کا حصہ نہیں مسلمانوں کو کافر قرار دینے کی عظیم غلطی سے اپنے دامن کو بچائیں۔ یہ ایک آگ ہے جو ملتِ اسلامیہ کو بھسم کرنے کے لئے تیار کی گئی ہے۔ اسے دبانے کی سعی فرمائیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کو صحیح تدبر اور صحیح فیصلے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت مرزا صاحب کے خلاف ایک اعتراض یہ بھی اُٹھایا گیا ہے کہ آپ اسلامی جہاد کے خلاف تھے، اصل بات یہ ہے کہ اسلام میں جہاد کا حکم خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکی زندگی کے پُر آشوب دور میں بھی مصروفِ جہاد رہے اور مدینہ میں بھی، ہجرت کے بعد چونکہ کفار نے مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے لئے تلوار اٹھائی اور لاثانی جماعت کو مٹانے کی ٹھان بیٹھے جو اگر مٹ جاتی تو سطح ارضی پر خدا کا عبادت کرنے والا کوئی نہ رہتا۔

اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے مقدس ساتھیوں نے اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا کے خدائی حکم کے ماتحت دفاعی طور پر تلوار اُٹھائی اور جہاد بالسیف کا آغاز ہوا، اور ہر دو انواع کے جہاد پہلو بہ پہلو چلتے رہے۔ ایک موقعہ

پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ سے واپس تشریف لائے تو فرمایا:۔
رجعنا من الجهاد الاصغر الى جهاد الاكبر۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق نفس کی اصلاح جہادِ اکبر ہے اور ہر لحظہ جاری وساری ہے مگر جہاد بالسیف بعض شرائط سے مشروط ہے جو خاص حالات پیدا ہونے پر فرض ہوگا۔

ایک لمبے عرصے کے بعد جب مسلمانوں پر نکبت و زبوں حالی کا دور آیا اور وہ اپنی عظمت و شوکت کھو بیٹھے تو انہوں نے بعض روایات کا سہارا لے کر ایک ایسے خونی مہدی کے تصور کو ہوا دینی شروع کر دی جو تمام قوموں کو ہلاک کر کے نوکِ شمشیر اسلام کو غالب کرنے والا تھا۔

تنزل و ادبار کے اس دور کو مستشرقین نے بھی غنیمت جانا اور بھرپور پروپیگنڈا شروع ہو گیا کہ اسلام سیف وسنان کے زور سے پھیلا ہے اور محمدؐ کے جرنل ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں قرآن لئے کر جاتے تھے۔ اپنوں اور بیگانوں، دوستوں اور دشمنوں کی اس کاوش کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں میں جہاد کا لفظ جہاد بالسیف کا مترادف ہو کر رہ گیا۔

برصغیر پاک و ہند میں انگریزوں کے پوری طرح متمکن ہونے سے پیشتر پنجاب پر ایک مختصر لیکن ہولناک دورِ سکھا شاہی کا بھی آیا جس میں وحشت و بربریت کے وہ مناظر دیکھنے میں آئے جس کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کے خاندان کو اس دو[illegible] املاک سے دستبردار اور گاؤں سے جلاوطن ہونا پڑا۔

تھوڑے ہی عرصہ کے بعد جب انگریزوں نے عنان حکومت ہاتھ میں لی تو انہوں نے قیام امن کی طرف بطور خاص توجہ دی، یہاں کے استحصالی مقاصد کی تکمیل

کے لئے بھی ضروری تھا تاکہ وہ پوری آزادی کے ساتھ خام مال کو یورپ منتقل کر سکیں۔ مسلمان سکھوں کے بھیانک مظالم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے کہ کہیں اذان دینے پر سر قلم ہو رہے ہیں اور کہیں مسجدیں شہید ہو رہی ہیں۔ اب انہیں سکون سے فرائضِ دینیہ ادا کرنے کا موقعہ ملا تو دُکھ کے بعد سُکھ پا کر وہ طبعی طور پر حکومت کے شکر گذار ہوئے اور حکومت کی اطاعت کی لوگوں کو تلقین کی اور مسلمانوں میں مروج غلط خیالات کو رَدّ کرتے ہوئے لکھا کہ ان حالات میں انگریزوں سے لڑنا درست نہیں۔

نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالوی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں لکھتے ہیں:

"علمائے اسلام کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ ملک ہند میں جب سے حکامِ والامقام فرنگ فرمانروا ہیں اس وقت سے یہ مُلک دارالحرب ہے یا دارالاسلام۔ حنفیہ جن سے ملک بھرا پڑا ہے ان کے عالموں اور مجتہدوں کا تو یہی فتوے ہے کہ یہ ملک دارالاسلام ہے اور جب یہ ملک دارالاسلام ہوا تو پھر یہاں جہاد کرنا کیا معنی، بلکہ عزم جہاد ایسی جگہ ایک گناہ ہے بڑے گناہوں سے اور جن لوگوں کے نزدیک یہ دارالحرب ہے جیسے علمائے دہلی وغیرہ ان کے نزدیک بھی اس ملک میں رہ کر اور یہاں کے حکام کی رعایا اور امن وامان میں داخل ہو کر کسی سے جہاد کرنا ہرگز روا نہیں۔" (ترجمانِ وہابیہ صفحہ ۱۵)

حضرت سید احمد شہید فرماتے ہیں:۔

"ہمارا اصل کام اشاعتِ توحیدِ الٰہی اور احیاءِ سنن سید المرسلین ہے جو ہم بلا روک ٹوک اس مُلک میں کرتے ہیں پھر ہم سرکار انگریزی سے کس سبب سے جہاد کریں۔" (سوانح احمدی صفحہ ۱۷۱)

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی رقمطراز ہیں :۔

"ہندوستان اس وقت بلاشبہ دارالحرب تھا جب انگریزی حکومت یہاں اسلامی سلطنت کو مٹانے کی کوشش کر رہی تھی اس وقت مسلمانوں پر فرض تھا کہ یا تو اسلامی سلطنت کی حفاظت میں جانیں لڑا دیتے یا اس میں ناکام ہونے کے بعد ہجرت کر جاتے لیکن وہ مغلوب ہو گئے اور انگریزی حکومت قائم ہو چکی اور مسلمانوں نے اپنے پرسنل لاء پر عمل کرنے کی آزادی کے ساتھ یہاں رہنا قبول کر لیا تو اب یہ ملک دارالحرب نہیں۔"

(سود حصہ اول حاشیہ صفحہ ۷۷ ۔ ۷۸ ۔ طبع اول)

ان کے علاوہ مولانا شبلی، خواجہ حسن نظامی، سرسید وغیرہم لیڈروں نے بھی یہ فتویٰ دیا کہ اس وقت انگریزوں سے مذہب کی بنا پر جنگ کرنا درست نہیں۔

گذشتہ فتاوے کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ برصغیر پاک و ہند کو دارالاسلام قرار دینے والے تو درکنار دارالحرب سمجھنے والوں کے نزدیک بھی یہاں رہتے ہوئے جہاد بالسیف درست نہ تھا۔

حضرت مرزا صاحب نے بھی انہی علمائے کرام کی طرح فرمایا کہ اس گورنمنٹ کے مقابل پر تلوار اٹھانا جو تلوار سے مسلمانوں کو ختم نہیں کرتی ناجائز ہے۔

پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ مسلمانوں میں جہاد کا لفظ جہاد بالسیف کے مترادف ہو گیا تھا اور پھر خونی مہدی کے تصور نے اس کو دو آتشہ کر دیا۔ اس لئے اس شدید غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے حضرت مرزا صاحب نے فرمایا :

اَب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال + دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

..یہاں جہاد کا لفظ جہاد بالسیف کے معروف معنوں میں استعمال کیا گیا ہے اور حرام کا لفظ محض التواء کے معنوں میں۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:

فرما چکا ہے سید کونین مصطفیٰ ۔ عیسیٰ مسیح جنگوں کا کر دے گا التواء

یعنی یہ محض التواء ہے اور وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فرمان کی وجہ سے۔ جو بخاری شریف میں یضع الحرب کے الفاظ میں موجود ہے۔

مگر مخالفوں نے حضرت مرزا صاحب پر جہاد کے اسلامی حکم کو انگریز کے مفاد کے لئے منسوخ کرنے کا الزام لگایا اور پھر اسے خوب اُچھالا۔ اُچھالا اور پھیلایا حالانکہ آپ نے مجددیت کا دعویدار ہوتے ہوئے کسی قرآنی حکم کے نقطہ یا شوشہ تک کے منسوخ کرنے کا اپنے آپ کو مجاز نہیں سمجھا آپ ساری عمر قلمی، لسانی و مالی جہاد میں مصروف رہے ہاں وقتی طور پر آپ نے جہاد بالسیف کو آنحضرتؐ کے ایک فرمان کی وجہ سے منع فرمایا اور دیگر علمائے کرام نے بھی اپنے اجتہاد سے ایسا ہی فتوےٰ دیا مگر یہاں تکفیر کی تلوار صرف حضرت مرزا صاحب پر ہی چلتی ہے حالانکہ وہ بار بار فرماتے ہیں:-

ان وجوہ الجہاد معدومۃ فی ھذا الزمن و ھذہ البلاد

کہ اس زمانہ میں جہاد کی شرائط موجود نہیں یعنی جہاد بالسیف بھی منسوخ نہیں ملتوی ہے جب شرائط پوری ہوں گی جہاد فرض ہو جائے گا۔

یہاں اس امر کا ذکر کرنا نامناسب نہ ہوگا کہ اگر کسی اسلامی مُلک پر کوئی دوسرا مُلک حملہ کرتا ہے تو مُلک کا دفاع کرنا ہر شہری کا فرض ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق من قتل دون مالہ و عرضہ فھو شھید۔ جو اپنے مال اور عزت کا دفاع کرتا ہوا مارا جائے وہ شہید ہے۔ لیکن اس جہاد میں اور محض خدا کے دین کی

سربلندی کے لئے لڑنے میں جس میں کسی ادنےٰ سے ادنےٰ دنیوی مفاد کی ملونی نہیں بڑا فرق ہے۔

جس طرح دیگر علمائے کرام کا اجتہاد عارضی تھا یہی حیثیت حضرت مرزا صاحب کے اجتہاد کی ہے کہ وہ بھی ایک عارضی اجتہاد ہے۔ مامور ہونے کے لحاظ سے اس حکم کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔

انگریزوں کی خوشامد

مرزا صاحب کے خلاف یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ نے انگریزوں کی بہت خوشامد کی ہے۔ یہ اعتراض بالکل بے بنیاد اور بے حقیقت ہے کیونکہ انگریزوں کی حکومت سے قبل اس ملک پر سکھوں کی حکومت تھی جو حد درجہ ظالم وسفاک تھے۔ مسلمانوں کو بیدریغ قتل کر دیا کرتے تھے، عورتوں کی بے حرمتی کی جاتی تھی، ہزاروں مساجد کو اس دور میں تباہ و برباد کر دیا گیا، اذان کا بلند آواز سے دینا ممنوع تھا غرض جان و مال اور آبرو کی حفاظت کا کوئی سامان نہ تھا اور مسلمان گویا ایک دہکتے ہوئے تنور میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ مگر جب انگریزی حکومت کی عملداری ہوئی تو اس نے بلا امتیاز مذہب و ملت ہر ایک کو آزادی عطا کی شعار اسلامی کی ادائیگی پر کوئی قدغن نہیں لگائی، اس بناء پر حضرت مرزا صاحب نے ایک احسان شناس مسلمان کی طرح انگریزی حکومت کی تعریف کی ویسے مذہبی طور پر حضرت مرزا صاحب انگریز کے شدید مخالف تھے آپ نے ان کے مزعومہ خدا کو وفات یافتہ ثابت کر کے اس مذہب کا مردہ ہونا ثابت کر دیا۔

آپ نے دعائیں کیں یا ربّ ارنی یوم کسر صلیبھم (نور الحق صفحہ ۹۳) اے مولیٰ مجھے وہ دن دکھا جب میں صلیبی مذہب کا زور ٹوٹتا ہوا دیکھ لوں۔ ایسے انسان

کے متعلق کہنا کہ وہ انگریز کا خوشامدی تھا حد درجہ کی جسارت ہے اور اس الزام کا بار بار دہرانا کہ مرزا صاحب کی جماعت انگریز کا خود کاشتہ پودا ہے بالکل بے بنیاد اور خلاف واقع بات ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے ہرگز ہرگز اپنی جماعت کے متعلق نہیں لکھا کہ وہ انگریز کا خود کاشتہ پودا ہے جو تعریفی کلمات انگریزی حکومت کے متعلق آپ کی کتب میں موجود ہیں صرف اس وجہ سے ہیں کہ انگریزی حکومت نے اپنی رعایا کو امن اور مذہبی آزادی عطا کی اور کسی کی اچھی بات پر تعریف کرنا خوشامد نہیں ہوا کرتا۔

حضرت سید احمد صاحب بریلوی ؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ انگریزوں سے برسرپیکار کیوں نہیں ہوتے تو آپ نے فرمایا:۔

"سرکار انگریزی گو منکرِ اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کچھ ظلم و تعدی نہیں کرتی اور نہ ان کو فرض مذہبی اور عبادت سے روکتی ہے ہم ان کے ملک میں اعلانیہ وعظ کہتے اور ترویج مذہب کرتے ہیں وہ کبھی مانع اور مزاحم نہیں ہوتے بلکہ اگر ہم پر کوئی زیادتی کرتا ہے تو اس کو سزا دینے کو تیار ہیں۔"

(سوانح احمدی از مولانا محمد جعفر تھانیسری)

ڈاکٹر اقبال سلطنتِ برطانیہ کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"اس ملک میں ہم عیسائی گورنمنٹ کے تحت زندگی بسر کر رہے ہیں ہمیں ہمیشہ ان ابتدائی مسلمانوں کی مثال اپنی آنکھوں کے سامنے رکھنی چاہیئے جنہیں اپنے ہی ہم وطنوں کے تشدد سے تنگ آکر اپنے ملک سے ہجرت کر کے عیسائی ریاست ایبے سینیا (حبشہ) میں پناہ گزین ہونا پڑا، اس سرزمین

ہیں ان کے ساتھ ہونے والا سلوک اس ملک میں ہمارا ادارہ تمام اصول ہونا چاہیئے جہاں مغربی خیالات کی ضرورت سے زائد خوراک اور تاریخی مناظر سے خطرناک حد تک ناواقفی نے لوگوں کو موجودہ حکومت پر تنقید کرنا سکھا دیا ہے۔" (صفحہ ۵)

"اس وسیع سلطنت کو ہماری پوری ہمدردی اور احترام حاصل ہے کیونکہ ہمارے اپنے سیاسی فکر کا ایک حصّہ آہستہ آہستہ اسکے ذریعہ پورا ہو رہا ہے حقیقت میں برطانیہ ہمارا ایک عظیم فرض ادا کر رہا ہے جو نا موافق حالات کے باعث ہم سرانجام نہیں دے سکتے اس سے مراد مسلمانوں کی تعداد کا تحفظ نہیں بلکہ سلطنتِ برطانیہ کی وہ رُوح ہے جو اسے دُنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت بنا دیتی ہے۔"

(تھاٹس اینڈ ریفلیکشنز آف اقبال صفحہ ۵۲ از سید عبدالوحید)

(Thoughts and Reflection of Iqbal by S.A. Vahid Page 52)

حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں :-

"گورنمنٹ نے ہر ایک قوم کو اپنے مذہب کی اشاعت کی آزادی دے رکھی ہے اس لئے ہر طرح کے لوگوں کو ہر ایک مذہب کے اصول اور دلائل پرکھنے اور اُن پر غور کرنے کا موقع مل گیا ہے .... یہی وجہ ہے کہ ہم بار بار اپنی تصنیفات میں اور اپنی تقریروں میں گورنمنٹ انگلشیہ کے احسانوں کا ذکر کرتے ہیں۔" (رودادِ جلسہ دُعا)

پس صاف کھل گیا کہ مرزا صاحب نے جو کچھ اپنی تحریرات میں انگریزی حکومت

کے متعلق لکھا ہے وہ مذھبی آزادی عطا کرنے پر اس کا شکریہ ہے اس کے سوا کچھ نہیں ۔

تحریف فی القرآن

یہ اعتراض کہ حضرت مرزا صاحب نے قرآن کریم میں تحریف کی ہے حد درجہ ظالمانہ الزام ہے آج تک اس کا ثبوت کسی نے پیش نہیں کیا سہو کتابت کو تحریف کا نام دینا کہاں کی دیانت اور انصاف ہے اور کسی روایت کی بناء پر قرآن کریم کی کسی آیت کی تشریح و تفسیر کرنا تحریف نہیں کہلاتا اسے محض تفسیری اختلاف سے تعبیر کیا جا سکتا ہے حضرت مرزا صاحب جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

> " تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑو کہ تمہاری زندگی اسی میں ہے جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے ...... جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدمزادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم "
>
> (کشتی نوح صفحہ ۱۳)

اور اپنے ایک شعر میں قرآن کریم کی تعریف میں لکھتے ہیں :۔

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں ؛ قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

پس آپ پر تحریف کا الزام ایک بڑی ہی زیادتی کی بات ہے ۔

در مدح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

از حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی

در دلم جوشد ثنائے سرورے ÷ آنکہ در خوبی ندارد ہمسرے
آں رخِ فرخ کہ یک دیدارِ او ÷ زشت رُو را میکند خوش منظرے
آں ترحمہا کہ خلق از وے بدید ÷ کس ندیدہ در جہاں از مادرے
منکہ از حسنش ہمے دارم خبر ÷ جاں فشانم گر دہد دل دیگرے
می پریدم سوئے کوئے اُو مدام ÷ من اگر میداشتم بال و پرے
اُمّی و در علم و حکمت بے نظیر ÷ زیں چہ باشد حجتے روشن ترے
ختم شد بر نفسِ پاکش ہر کمال ÷ لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے
جائے او جائیکہ طیرِ قدس را ÷ سوزد از انوارِ آں بال و پرے
ہست اُو در روضۂ قدس و جلال ÷ وز خیالِ ما دہاں بالا ترے
اے خداوندم بنامِ مصطفےٰ ÷ کس شدے در ہر مقامے ناصرے

تکیہ بر زورِ تو دارم گرچہ من
ہیچو خاکم بلکہ زاں ہم کمترے

مسلمان فرقہ احمدیہ میں داخل ہونے کے لئے

دس شرائطِ بیعت

۱۔ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

۲۔ یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آئے۔

۳۔ یہ کہ بلاناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا۔ اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کریگا اور دلی محبت سے اللہ تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائے گا۔

۴۔ یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

۵۔ یہ کہ ہر حال رنج اور راحت اور عسر اور یسر اور نعمت اور بلا میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کریگا اور بہر حالت راضی بقضا ہوگا۔ اور ہر ایک ذلت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیرے گا بلکہ قدم آگے بڑھائے گا۔

۶۔ یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قال اللہ و قال الرسول کو اپنی ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

۷۔ یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دیگا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

۸۔ یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

۹۔ یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا۔ اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

۱۰۔ اس عاجز[1] سے عقد اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہے گا اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

---

[1] حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی

حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں :-

"واللہ انی لا ادعی النبوّة ولا اجاوز الملّة

ولا اغترف الا من فضالة خاتم النّبیّین و

اٰمن باللہ وملائکته وکتبه ورسله واصلی

واستقبل القبلة فلم تکفروننی الا

تخافون اللہ ربّ العالمین" (سرّ الخلافہ ص)

بخدا مجھے نبوّت کا کوئی دعویٰ نہیں میں ملّت اسلامیہ سے

الگ نہیں اور حضرت خاتم النبیّین کے

کے فیض ہی سے سیراب ہوتا ہوں اللہ تعالےٰ پر ایمان رکھتا

ہوں اس کے فرشتوں کتابوں اور رسولوں پر ایمان لاتا ہوں،

نماز پڑھتا ہوں اور قبلہ کی طرف منہ کرتا ہوں، پس تم میری

تکفیر کیوں کرتے ہو، کیا تم اللہ تعالےٰ سے جو رب العالمین

ہے نہیں ڈرتے۔

مطبوعہ عرفات آرٹ پریس لاہور